فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ (القرآن)

مُحدِّث

مدیر: حافظ عبدالرحمٰن مدنی

مدرسہ رحمانیہ (رجسٹرڈ) گارڈن ٹاؤن ○ لاہور (۱۶)

ماہنامہ محدث لاہور

ماہنامہ 'محدث' لاہور کا اجمالی تعارُف

مُدیر اعلیٰ: حافظ عبدالرحمٰن مدنی **مُدیر:** ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

ماہنامہ 'محدث' لاہور، ہندوستان سے نکلنے والے ایک رسالے کی ہی ارتقائی شکل ہے۔ جامعہ رحمانیہ دہلی سے نکلنے والے رسالے - جس کا نام محدث تھا- کو پروان چڑھاتے ہوئے تقسیمِ ہند کے بعد دوبارہ ماہنامہ 'محدث' لاہور کے نام سے پاکستان میں معروف عالم دین ودانشور حافظ عبدالرحمٰن مدنی حفظہ اللہ نے اس کا اِجراء کیا۔ یہ تحقیقی رسالہ ۱۹۷۰ء سے اب تک کامیابی وکامرانی سے شائع ہو رہا ہے، وللہ الحمد!

محدث کی علمی پہچان کے حوالے سے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ ہر صاحبِ علم وفضل کی ضرورت بن چکا ہے کیونکہ اس کے مضامین جدید فکر کے حامل اور ملحدانہ افکار کیلئے شمشیر بے نیام کی حیثیت رکھتے ہیں۔

گھر بیٹھے 'محدث' وصول کیجئے!

قارئین کرام! گھر بیٹھے محدث حاصل کرنے کیلئے درج ذیل طریقہ کار اختیار کریں!

فی شمارہ: ۲۰ روپے زرِ سالانہ: ۲۰۰ روپے بیرون ملک: ۲۰ ڈالر

بذریعہ منی آرڈر/ بینک ڈرافٹ ۲۰۰ روپے بھیج کر سال بھر گھر بیٹھے محدث وصول کریں اور علمی و تحقیقی مضامین سے استفادہ کریں۔ ایڈریس: ماہنامہ محدث، ۹۹ جے، ماڈل ٹاؤن، لاہور ۵۴۷۰۰

فون نمبر: 042 - 3586639 / 35866476 موبائل: 0305 - 4600861

انٹرنیٹ پر محدث پڑھنے اور ڈاؤن لوڈ کرنے کیلئے درج ذیل ویب سائٹ دیکھئے!

www.mohaddis.com __ www.kitabosunnat.com

مزید تفصیلات کیلئے: webmaster@kitabosunnat.com

اجرائے مُحدث کے مقاصد

☜ عناد اور تعصّب قوم کیلئے زہر ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں!

لیکن تعصّبات سے بالاتر رہ کر افہام و تفہیم اُمت کیلئے رحمت کا باعث ہے۔

☜ علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار، انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں!

لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دَقیانوس بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔

☜ غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اَقدار کے منافی ہے!

لیکن دینِ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سر انجام نہ دینا حمیت دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

☜ تبلیغ دین اور اشاعت اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کردینا مصالح دینیہ کے خلاف ہے!

لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رَواداری برتنا اور قوانین و مسائل اسلامیہ کو نرم کردینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

☜ آئین و سیاست سے بیگانہ ہر کر عبادت کیلئے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے!

لیکن جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی۔

☜ جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اَوصاف میں داخل ہے!

لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ محدّث لاہور

کا مطالعہ فرمایئے، آپ اس کو ان جملہ صفات و محاسن سے مزین پائیں گے، ان شاء اللہ!

کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

31

ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلّہ

ماہنامہ **مُحدّث** لاہور

(فون) صدر دفتر: ۵۰ | ذیلی دفتر: ۵۴۸۷۳

جلد ۳ | شوال ۔ ذی قعدہ ۱۳۹۳ھ | عدد ۱۰-۱۱

تبدیلی ٹیلیفون نمبر

ایکسچینج کی تبدیلی کی وجہ سے محدّث کے متعلقہ بعض ٹیلیفون نمبر بدل گئے ہیں نئے نمبر حسب ذیل ہیں:۔

صدر دفتر: ۸۰۵۵۰ کی بجائے ۳۵۴۲۵۰

رہائش: ۸۳۲۹۷ " " ۳۵۲۸۹۷

نوٹ

ذیلی دفاتر لاہور اور کراچی کے فون نمبر حسب سابق ہیں:۔

یعنی

۵۴۸۷۳ (لاہور) اور ۲۲۳۴۶۰ (کراچی)

ناشر: حافظ عبدالرحمٰن مدنی — طابع: چودھری رشید احمد — مطبع: مکتبہ جدید پریس، ۴ ۔ شارع فاطمہ جناح، لاہ

زرِ سالانہ: دس روپے — قیمت فی پرچہ ۱ روپیہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرستِ مضامین

۱۔ فکر و نظر .... قوم یہود (حیلہ گر، مفسد، سرکش، منافق، جارح)		۳
۲۔ التفسیر والتعبیر (سورۃ البقرۃ) قسط (۴)	مولانا عزیز زبیدی	۸
۳۔ سزائے مرتد پر چند مغالطے اور ان کا دفعیہ قسط (۳)	پروفیسر منظور احسن عباسی	۱۶
۴۔ استعمار اور تبشیر کے جدید ہتھکنڈے ... قسط (۳)	ڈاکٹر سید محمد یوسف کراچی	۲۷
۵۔ اسلام — ایک نومسلم ڈالیسی پادری کی نظر میں	محمد امین سابق عانوایل مونگا پادری	۳۵
۶۔ علامہ سعد الدین تفتازانیؒ	جناب اختر راہی ایم اے	۳۹
۷۔ اس قوم کی پھر عزت و عظمت نہیں رہتی (نظم)	جناب عبدالرحمٰن عاجز	۴۳
۸۔ دلائل الخیرات کا درد (تبصرہ)	مولانا عزیز زبیدی	۴۴

اطلاع

قارئین کو یاد ہو گا کہ ہم نے محدث کے سال رواں کے شروع میں اعلان کیا تھا کہ آئندہ محدث کی اشاعت ہجری ماہ و سن کے حساب سے ہوا کرے گی لیکن اس کے باوجود کئی دوست شمسی سال کا حساب لگا کر بعض شمارے نہ ملنے کی شکایت کرتے ہیں ان کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ وہ جلد کے پرچوں کا شمار ہجری مہینوں سے کیا کریں اور مزید اطمینان کے لیے اندرونی ٹائیٹل سے نمبر وار عدد دیکھ لیا کریں اس کے باوجود اگر کوئی شمارہ نہ ملے تو اطلاع دیں دوبارہ بھیج دیا جائے گا۔ ان شاء اللہ۔

نیز واضح رہے کہ "رسول مقبولؐ نمبر" کے بعد رجب و شعبان اور شوال و ذی قعدہ کے شمارے مشترکہ ہیں۔

(مینجر)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فکر و نظر

قومِ یہود

حیلہ گو، مفسد، سرکش، منافق، جارح

جن اور انسانوں کی تخلیق سے غرض یہ تھی کہ وہ مخالف مخاطف اور میلانات کے باوجود خدا کی غلامی اور عبدیت کا ثبوت پیش کریں ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون (قرآن) یہ مقصد نہیں تھا کہ رنگ، نسل اور ارضی اختلافات کے ترازو میں تلتے اور لڑتے رہیں —— لیکن جب انسانوں نے اپنے اس "پس منظر" کو بھلا دیا تو وہاں آرہے جہاں عزتِ نفس، وقار اور حق خود اختیاری کے نام پر، ابن آدم کی تذلیل کا اہتمام ہو رہا ہے۔

قومِ یہود بالخصوص اس باب میں سب سے بازی لے گئی ہے۔ دین جو ابن آدم کی مشترک روحانی میراث ہے انہوں نے اس کو بھی ایک نسلی جائداد بنا دیا ہے۔

یہودی نسلی طور پر حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیٹے "یہودہ" کی اولاد ہیں لیکن مذہبی لحاظ سے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تعلق رکھتے ہیں مگر لطیفہ یہ ہے کہ ان کی یہودیت، موسویت میں تبدیل نہیں ہوئی، ہاں اپنی موسویت کو یہودیت کے تابع کر کے، اس کو اسی رنگ میں رنگ دیا۔ چنانچہ اپنے اس ڈبل استحقاق کی بنا پر ان کو یہ اصرار ہے کہ فلسطین ان کو ملنا چاہیئے۔ کیوں؟ کہتے ہیں کہ یہود اور باپ موسویت یہاں پر کبھی براجمان رہے ہیں —— ماروں گھٹنا پھوٹے آنکھ، اسی کو کہتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ، اگر یہ بات ہے تو کبھی سے آپ روس، امریکہ، برطانیہ اور جرمن وغیرہ میں بھی تو رہتے ہی آرہے ہیں۔ وہاں بھی آپ کو اپنے استحقاق کی جنگ لڑنا چاہیئے تھی —— خاص طور پر امریکہ میں تو عرصہ سے عملاً در مقابر سر اقتدار بھی تم ہو —— ممکن ہے وہ یہ سوچتے ہوں کہ یہاں کے اصلی باشندے امریکن ہیں، اس لیے یہودیوں کا حق نہیں بنتا۔ تو فلسطین میں بھی آپ کی پوزیشن کا یہی حال ہے۔ کیونکہ اس کے اصلی باشندے کنعانی ہیں جو کنعان بن حام بن نوح کی اولاد ہیں یا عمالقہ ہیں جو لاود بن سام بن نوح سے تعلق رکھتے ہیں۔ لیکن یہودی یہودہ بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم بن تارح بن ناحور کی اولاد ہیں جو بارہویں پشت میں حضرت نوح سے جا ملتے ہیں۔

اس کے علاوہ، یہ اسرائیلی (اولاد یہودہ) کوئی ڈیڑھ سو سال کنعان میں رہ کر حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں اس کو چھوڑ کر مصر جا بسے تھے اور ۴۰۰ سال مصر میں رہ کر پھر دوبارہ حضرت یوشع علیہ السلام

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی سرکردگی میں اسے فتح کیا۔ اس کے بعد متعدد بار یہاں سے نکلتے اور آتے رہے۔ جم کر رہنے کا کبھی بھی ان کو موقعہ نہیں ملا تھا۔ اگر کبھی کبھار قبضہ کر کے کچھ عرصہ رہنے سے آپ پورے فلسطین کے اصلی مالک اور وارث بن سکتے ہیں تو جن مسلمانوں نے صدیوں یہاں ڈیرے ڈالے ہیں ان کو اس کا کیوں حق نہیں پہنچتا کہ وہ اس کے وارث کہلائیں اور یہ بجائے خود حقیقت ہے کہ یہاں پر باہر سے مسلمان در آمد نہیں کیے گئے تھے بلکہ وہاں کی مقامی آبادی ہی مسلمان ہو گئی تھی۔ اگر سارے باہر سے درآمد کیے گئے ہوتے تو ان پر شاید آپ کے اعتراض کی بھی کوئی گنجائش نکل سکتی۔

دراصل یہود ایک بہانہ باز اور حیلہ گر قوم ہے خوئے بد را بہانہ بسیار، کے مطابق خانہ ساز مفروضے تیار کر کے اس نے فلسطین پر قبضہ جمانے کی کوشش کر رکھی ہے۔ مگر اب وہ اپنے اس مقصد میں کافی حد تک کامیاب بھی ہو گئے ہیں اور ایسے ہی حالات پیدا کر کے وہ اپنی بات عربوں سے منوا سکتے تھے جو حالیہ جنگ کی صورت میں انہوں نے پیدا کیے ہیں —— جس کا ہمیں حد درجہ صدمہ ہے کہ سو پیاز بھی پورے ہوئے اور سو ڈنڈے بھی ——

انا للہ وانا الیہ راجعون!

بہر حال ہم اس کے حق میں نہیں ہیں کہ یہودیوں کی ریاست قائم ہو یا عرب اس کی آئینی حیثیت تسلیم کر کے آئینی جواز اس کو مہیا کریں۔ کیونکہ یہ قوم مکار، مفسد، حیلہ گر، سرکش، تخریب پسند، منافق، ملعون، محرف، جرائم پیشہ اور جارح ہے —— یہ جہاں بھی قدم رکھیں گے خیر نہیں ہوگی۔ ان کے بارے میں قرآن حکیم نے جو ریمارکس دیئے ہیں وہ واضح اور حد درجہ بصیرت افروز ہیں۔

قرآن حمید کا اصرار ہے کہ یہ ملعون قوم ہے: بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ (۲/۸۸)

مقام و مرتبہ کے لحاظ سے بدترین لوگ ہیں: اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا (۵/۶۰)

راہِ راست سے دور: اَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ (۵/۶۰)

حق کا انکار، جان بوجھ کر اور صرف ذاتی دشمنی اور ضد کی بنا پر کیا کرتے تھے:

وَاٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ —— (۴۵/۱۷)

یعنی انکار کی وجہ صرف یہ ہوتی تھی کہ بات دوسرے قبیلے کے کسی فرد کے منہ سے نکلی ہے، یعنی وہی حسد یا نسلی خمار۔

اپنے بارے میں وہ اس خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ وہ خدا کے چہیتے اور روحانی اولاد ہیں:

نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ (قرآن)

دوسروں کے متعلق ان کا نعرہ تھا کہ وہ سب دوزخی ہیں:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصَارٰى عَلٰى شَيْءٍ (بقرہ)

اور اپنی تمام تر بدکرداریوں کے باوجود سدا اس موڈ میں رہتے تھے کہ لوگ ان کے گن گائیں:-

يُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا (آل عمران)

اپنی حماقتوں کے سلسلے میں یہ خوش فہمی رکھتے تھے کہ خیر سلا ہے، معاف ہو جائیں گا۔

وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا (الاعراف)

لوگوں کا استحصال کرتے اور ناحق ان کے مال کھاتے تھے:

وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ (۴/۱۶۱)

جھوٹ موٹ پر جان چھڑکتے اور حرام کو شیر مادر سمجھتے تھے:

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ (۵/۴۲)

عہد شکن لوگ ہیں: اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ (بقرہ)

ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ (بقرہ)

مرضی کے خلاف خدا کبھی اگر کہے تو اکڑ جاتے ہیں:

اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰۤى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ (بقرہ)

بعض کو صرف جھٹلاتے اور بعض کو قتل بھی کر ڈالتے:

فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ (بقرہ)

انبیاء سے احتجاج کیا کرتے تھے: لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً (بقرہ)

جہاں کیفیت یہ ہے وہاں اطاعت کا کیا سوال؟ بلکہ وہ انبیاء سے یہاں تک کھل کر کہہ دیا کرتے تھے کہ ہم خود صاحب علم و فہم ہیں آپ کے محتاج نہیں ہیں:

قَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ (بقرہ)

الٹ کرنا ان کی فطرت تھی: فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ (بقرہ)

قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا (بقرہ)

خدا نے من و سلوٰی دیا، کہا، مسور کی دال وغیرہ چاہیئے:

لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ الاٰیۃ (بقرہ)

ٹال مٹول، بس خوئے بد را بہانہ بسیار ـــ گائے کے ذبح کا واقعہ ملاحظہ ہو۔ (۲/۶۷ تا ۲/۷۴)

یہ بدنصیب قوم پتھر تھی بلکہ پتھروں سے بھی سخت: فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً (بقرہ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سمجھ لینے کے بعد کلام الٰہی میں تحریف کرنا ان کا دستور ہو گیا تھا:

یُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ (بقرہ ۲)

دین میں بھی بدنام سیاسی چالیں چلنا ان کا شیوہ تھا:

اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَیْكُمْ لِیُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ (بقرہ ۲)

اول درجہ کے شیخ چلی تھے:

لَا یَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّاۤ اَمَانِیَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا یَظُنُّوْنَ (بقرہ ۲)

خود مرتب کرنا اور پھر کہنا کہ یہ نوشتہ الٰہی ہے:

یَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَیْدِیْهِمْ ثُمَّ یَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ (بقرہ ۲)

کیوں؟ صرف مادی منفعت کے حصول کے لیے:

لِیَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا (بقرہ ۲)

وہ خدا پر بھی معترض اور ناراض ہو جاتے تھے کہ ان کی مرضی کو خدا نے ملحوظ نہیں رکھا۔

بَغْیًا اَنْ یُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ (بقرہ ۲)

بلکہ ناک بھنوں چڑھا کر تحقیر سے خدا کی بات کا ذکر کرتے تھے:

مَاذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا (بقرہ) مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِیْ كَانُوْا عَلَیْهَا

بلکہ خدا کی یہ وحی لانے والے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بھی اپنا مخالف سمجھتے تھے:

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِیْلَ الآیۃ (بقرہ ۲)

اللہ کے رسول کا مذاق اڑانے اور اپنا نوکر بنا کر ان سے بات کرنے:

لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا (بقرہ ۲)

کتمانِ حق کی بیماری ان کو الگ تھی:

لَیَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ (بقرہ ۲)

جس خطے میں اس "قماش" کی قوم جگہ پائے گی وہ کیا باقی رہنے دے گی۔ دیکھ لیجئے! ابھی عرب کی سرزمین میں اس نے قدم رکھا ہی ہے کہ عرب تہ و بالا ہو رہا ہے۔ جب جم کر بیٹھے گا، ان کو موقعہ ملا تو خدا جانے کیا ہو ـــــ بہرحال سوچ لیجئے! کیا کرنے لگے ہیں اور کس کو جگہ دینے لگے ہیں۔

اخوان کے سربراہ حسن الہضیبی وفات پا گئے

مصر کے روزنامہ "الاہرام" نے خبر دی ہے کہ ۱۰ / نومبر کو اخوان المسلمین کے سربراہ حسن الہضیبی انتقال کر گئے ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

إنا لله وإنا إليه راجعون ۔

موصوف کی عمر ۷۰ سال سے زیادہ تھی، اخوان المسلمین سے وابستہ ہونے سے پہلے موصوف مصر کے کورٹ آف اپیل کے جج تھے۔ اخوان کے بانی حسن البنا کے بعد اخوان نے ۱۹۴۹ء میں حسن الہضیبی کو اپنا سربراہ منتخب کر لیا۔ ۱۹۵۴ء میں ان کو اور ان کے بہت سے ساتھیوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ مصر کے موجودہ صدر انور السادات نے ۱۹۷۲ء میں انہیں رہا کیا تھا۔ (امروز ۱۰ر نومبر)

بات یہ نہیں کہ فلاں عظیم شخصیت دنیا سے رخصت ہو گئی، کیونکہ تا بہ کے؟ آخر یہی ہونا تھا، جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی مبارک ہستی دنیا میں نہ رہی تو اور کس کے متعلق کوئی شخص دعوے کر سکتا ہے کہ اسے یہاں ہی رہنا ہے؟ بلکہ اصل رونا اس بات کا ہے کہ دنیا نے ہمیشہ بھلے آدمیوں، باخدا رہنماؤں، داعی حق تحریکوں کی قدر نہیں کی، جو ان کا بھلا چاہتے ہیں، انہی کے ساتھ عموماً بُرا کیا ہے۔

"اخوان" دنیائے عرب کی ایک ایسی دینی تحریک تھی، جو احیاءِ دین، اعلاء کلمۃ اللہ اور ملت اسلامیہ کی سربلندی کے لیے ابھری اور ہمارے دیکھتے دیکھتے دنیائے عرب پر چھا گئی، قریب تھا کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتی اور بڑی طاقتوں کی سیاسی داشتہ یہود جیسی منحوس ریاست کا بھی ہمیشہ کے لیے قلع قمع ہو جاتا لیکن مغربی سامراج اور دین محمدی علی صاحبہا الف الف صلوٰۃ وسلام کی دشمن طاقتوں کی سازش کی نذر ہو گئی اور یہ سب کچھ انہی مصریوں اور اس کے ہمنوا دوسرے مسلمان ملکوں کے ہاتھوں ان کو سولی پر لٹکوا کر اپنی دنیا، آخرت اور تاریخ کو سیاہ کیا۔

اسی طرح حجاز میں "محمد بن عبد الوہاب" رحمۃ اللہ علیہ کی جو تحریک اٹھی وہ بھی اپنے ہی بھائیوں کے ہاتھوں حجاز تک محدود ہو کر رہ گئی، ترکیوں، مصریوں اور عجمیوں نے اس کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کیں، متحدہ ہندوستان کے رضاخوانی اور پرخود غلط بریلوی لوگوں سے بدخواہوں نے بڑا کام لیا۔ ورنہ پورا عالم اسلام "حامل دین" ہوتا اور ملتِ اسلامیہ ایک ایسی ملی وحدت سے ہمکنار ہو چکی ہوتی جو بالکل ناقابل تسخیر ہوتی۔

ہند میں مجاہدین کی ایک جماعت نے کروٹ لی تو خدا دشمن طاقتوں اور بدعت کے رسیا بدنصیب لوگوں نے طوفان کھڑا کر ڈالا اور ستم بالائے ستم یہ کہ ابھی تک ان ظالموں نے حق کے ان داعیوں کے "جرم حق" کو معاف نہیں کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

افسوس تو یہ ہے کہ جب بھی کوئی اصلاحی تحریک شروع ہوتی ہے تو دنیاداروں سے زیادہ بزعم خود دیندار اس کا مقابلہ کرتے ہیں اور خدا دشمن تحریکوں کے بجائے اسی اصلاحی تحریک کے خلاف محاذ آرائی کو سب سے بڑا "جہاد" اور "کار خیر" تصور کرتے ہیں ـــــ مسلمانوں کی اس سے بڑھ کر سیاہ بختی اور کیا ہو سکتی ہے کہ ان سے خطرہ دین فروشوں اور دنیا کا دونا کو نہیں۔ اگر ہے تو صرف حامل اسلام تحریکوں کو! ایمان کی اکثریت شعبدہ باز سیاسی مداریوں کے تماشے کی چیز ہو کر رہ گئی ہے اگر کوئی خدا کا نام لیتا ہے تو بقول اکبر الٰہ آبادی مرحوم ؎

لوگ رپٹ لکھوائی ہے جا کر کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

التفسیر والتعبیر

عزیز زبیدی۔ واربرٹن۔ شیخوپورہ

سُورَۃُ البَقَرَۃ

{سلسلہ کے لیے ملاحظہ فرمائیے
جلد ۳ عدد ۴ شمارہ صفر المظفر ۹۲}

وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَآ[1] أُنزِلَ[2] إِلَيْكَ[3] وَمَآ أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ[4]

اور (اے پیغمبر!) جو (کتاب) تم پر اتری اور جو (کتابیں) تم سے پہلے اتریں، ان (سب) پر ایمان لاتے ہیں۔

[1] مَآ (جو کچھ) اس کا مفہوم عام ہے، وحی جلی (کتاب اللہ) وحی خفی (حدیث رسول اللہ) رسالت، خود ذاتِ رسول کیونکہ "جو کچھ" میں یہ سب کچھ آ جاتا ہے۔ جو کلام جبرائیل کے توسط سے نازل ہوا اس کو "وحی جلی" کہتے ہیں اور ملکۂ نبوت (جو منصب وعہدہ کے خصائص کا خصوصی حاصل ہوتا ہے) پر مبنی آپ کی حیات طیبہ کے جو "خدّوخال" ابھرے اس کو "وحی خفی" کہتے ہیں۔

[2] أُنْزِلَ (اتارا گیا۔ نازل کیا گیا) اس کی کئی صورتیں ہیں۔ اوپر سے نیچے آتارنا مگر یہ اس کا لازمی جزو نہیں، ایک چیز کا ذہن میں آنا کسی شئی کا پہنچا دینا——— اور وہ بذریعہ قاصد ہو یا بواسطہ القاء، سبھی کو انزال اور نزول کہتے ہیں۔

یہاں پر مَآ أُنْزِلَ سے مراد قرآن کریم بھی ہے اور حدیث رسول بھی کیونکہ دونوں من جانب اللہ ہوتے ہیں قرآن کریم تو بالکل ظاہر ہے، باقی رہی حدیث؟ تو وہ اس لیے کہ وہ خدائی القاء کا مظہر ہوتی ہے یا خدا کے پیغمبر کے منہ مبارک سے نکلی ہوئی ایک ایسی بات ہوتی ہے یا فعل، جس پر رب نے سکوت فرمایا ہوتا ہے جو اس امر کی دلیل ہوتا ہے کہ یہ بھی منشاء الٰہی کے مطابق ہے ورنہ اس پر آپ کو ٹوک دیا جاتا۔ اس کے علاوہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور آپ کی ذات کو بھی انزال سے تعبیر فرمایا گیا ہے:

قَدْ أَنزَلَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ ذِكْرًا ○ رَّسُولًا (پ۲۸ الطلاق ع۲)

خدا نے تم پر "ذکر" (یعنی) رسول نازل فرمایا ہے۔

رسول کو "ذکر" سے تعبیر کیا، کیونکہ وہ سراپا "یادداشت" ہوتے ہیں اور ذات رسول کے بارے میں فرمایا کہ آسے اللہ نے اتارا ہے۔ کیونکہ پیغمبر خدا کی کتاب زندگی بھی سراپا قرآن تھی، اللہ کے رسول کی حیاتِ طیبہ خدا کی نگرانی میں تشکیل پاتی ہے جو قومی، ملکی اور خاندانی چھاپ سے منزہ اور سراپا موہبت ربانی ہوتی ہے کسبی شے نہیں ہوتی۔ اس لیے آپ کے سراپا کو منزل من اللہ سے تعبیر فرمایا گیا ہے——— یا یوں کہہ سکتے ہیں کہ پیغمبر خدا کی حیات طیبہ قرآن کا عکس اور اس کی تعلیمات کا مرئی پیکر ہوتی ہے اور یہ چیز خدائی تحفظ اور نگرانی کے بغیر ممکن نہیں ہوتی اس لیے اس کو منزل من اللہ کہہ کر قرآن مجید کی طرح اس کو بھی شریعت کا "ماخذ" قرار دیا——— اور جس طرح قرآن پر ایمان لانا جزوِ ایمان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اسی طرح ذاتِ رسول پر اپنے تمام متعلقات کے ساتھ ایمان لانا بھی ضروری ہے۔ کلمہ طیبہ کے دوسرے جزو "محمد رسول اللہ" کا مفہوم بھی یہی ہے۔

ۓ اِلَیْكَ (آپ کی طرف، آپ پر) اس سے معلوم ہوا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اور کسی کی وحی، القاء اور الہام پر ایمان لانا ضروری نہیں۔ اس لیے صوفیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے رویا، کشوف اور القا گو صحیح بھی ہو سکتے ہیں، مگر ان پر ایمان لانا یا ان کی طرف "دعوت" دینا دینی فریضہ نہیں ہے اور جو لوگ ان کی بنا پر جدید حلقے تشکیل دے کر ان کی نسبتوں کے نام پر علم چلاتے ہیں، اچھا نہیں کرتے بلکہ ملتِ اسلامیہ میں انتشار کے سامان کرتے ہیں اور امتِ محمدیہ علی صاحبہا الف الف صلوٰۃ و سلام کی یکسوئی پر کاری ضربیں لگا کر اسکو بلبل ہزار داستان بنا ڈالتے ہیں وہ حلقے خانقاہی ہوں یا فقہی، کلامی ہوں یا سیاسی بہر حال یقین کے ساتھ ان کے لیے نہ منزل من اللہ ہونے کا نعرہ لگایا جا سکتا ہے اور نہ ان کی طرف دعوت کے سلسلے قائم کر کے خدا اور رسول کی نسبتوں کو کمزور کرنے کی کسی کو اجازت دی جا سکتی ہے۔ یہ متقیوں کی چوتھی صفت بیان کی گئی ہے۔

ۓ مِنْ قَبْلِكَ (آپ سے پہلے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر جتنا اور جیسا کچھ نازل ہوا بلا استثنا سب کو برحق ماننا ایمان اور اسلام کا جزو ہے کیونکہ سرکار عالی کی جناب سے جب کبھی جو کچھ بھی عطا ہوا حق تھا، صواب تھا، حالات اور وقت کے تقاضوں کا صحیح جواب تھا۔

وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝

اور وہ آخرت کا بھی یقین رکھتے ہیں

اس آیت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وحی اور آپ سے سابق انبیاء علیہم السلام والصلوٰۃ کی وحی پر ایمان لانے کا تو ذکر ہے، لیکن حضورؐ کے بعد کی وحی کا ذکر نہیں کیا گیا ہے، کیا گیا ہے تو صرف آخرت کا کیا گیا ہے کیونکہ بعد میں اور کسی نبی کے آنے کا امکان نہیں رہا تھا، اب انتظار تھا تو صرف اس گھڑی کا تھا جس میں انبیاء کرام کی مساعی جمیلہ، دعوت اور امتوں کے انکار اور اجابت کے نتائج کا کامل ظہور ہو جانا چاہیے ______ یعنی آخرت، معاد

ۓ بِالْاٰخِرَةِ (آخرت کے ساتھ، اخری، روزِ حشر) اس کو "معاد" بھی کہتے ہیں، گویا کہ انسان ادھر پلٹ جاتا ہے، جدھر سے آیا تھا، اس کا نام "یوم المیعاد" بھی ہے، کیونکہ اسی دن جزا سزا کے سب وعدے پورے ہوں گے۔ موت، برزخ، نفخ صور جس کے ذریعے کائنات پر ہمہ گیر فنا کا طاری ہونا ہے، نفخ صور ثانی جس کے ذریعے سب مردے زندہ اٹھ کھڑے ہوں گے۔ محشر کے وہ کوائف جن سے ہر متنفس کو گزرنا ہو گا، پلصراط، وزنِ اعمال، شفاعت جلالِ الٰہی کے کامل اور واضح ظہور کا دن سب بے لاگ اور جامع چیکنگ، احتساب، جنت و دوزخ کا مشاہدہ اور جنت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ودوزخ کے فرزندوں کی تقسیم، لازوال غم واندوہ اور چیخ وپکار اور غیر فانی بہار ومسرت، حیات سرمدی اور عیش دوام کے کامل ظہور کا وقت، یہ سب امور، آخرت اور اس سے متعلقات کے تحت آجاتے ہیں۔

قیامت بردوش آخرت کا یہ تصور، انسان کو تازہ دم اور محتاط رکھنے اور محتاط جینے کے لیے کافی موثر ہے۔ اس دن کی جواب دہی کے احساس کی یہ کڑک غفلت کی بے ہوشی کے لیے زبردست تازیانہ ہے اگر آخرت کی جواب دہی کا یہ احساس معدوم ہو جائے یا اس کا رنگ پھیکا پڑ جائے تو انسان جلد یا بدیر بے راہ ہو جائے بلکہ ہو جاتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ زندگی اور فکر وعمل کا یہ قافلہ کسی خاص مقصد کے تحت ایک خاص منزل کی طرف رواں دواں ہے جس کا بہرحال کوئی ٹھوس انجام ضرور ظاہر ہو کر رہے گا جنہوں نے اس کا احساس نہیں کیا، اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى کی صدائیں بلند کیں، بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست جیسے بول بولے اور غفلت اور بے ہوشی جیسی غارت گر آخرت کے ہاتھوں تباہ ہوتے اور عملاً انہوں نے اس امر کا اعلان کیا کہ خدا کوئی نہیں، اگر ہے تو دوبارہ زندہ کرنے اور بے خطا است پر قادر نہیں (العیاذ باللہ)

آخرت، توحید کے اتمام اور کامل ظہور کی ایک ایسی گھڑی ہے، جس میں رب کے سوا اور سب کی آسیں ٹوٹ جائیں گی۔ سب سہارے غائب ہو جائیں گے، لا الٰہ الا اللہ کے مضمون کا انسان اپنی ان آنکھوں سے مشاہدہ کرلے گا، انبیاء کرام علیہم السلام کی جس دعوت کو ایک مجذوب کی بڑ اور خیال خام تصور کیا کرتا تھا۔ اب ان سب حقائق کو مشہود وموجود پائے گا اور داعیان حق کی تکذیب وتصدیق کے سب نتائج اپنے سامنے محسوس کرے گا۔ حق اور باطل کی آویزش میں حق کیونکر بھاری ہوتا ہے، اس دن سب کو اس کا علم ہو جائے گا ——— یہ وہ عظیم حقائق ہیں جن کی بنا پر آخرت کے تصور کو جزو ایمان قرار دیا گیا ہے جو دراصل اپنی ذات کو متوازن رکھنے اور کنٹرول کرنے کے لیے رب کی طرف سے انسان کے لیے ایک "عظیم توفیق" مہیا کی گئی ہے جو لوگ اس توفیق سے محروم ہو جاتے ہیں وہ دراصل بہت بڑی سعادت اور عظیم سہارے سے محروم ہو جاتے ہیں۔

دور حاضر کے متنبیوں اور حریم نبوت کے دعویداروں نے "بالآخرۃ" سے مراد حضور کے بعد آنے والی وحی اور نبوت مراد لی ہے حالانکہ یہ قرآن کی خاص اصطلاح ہے۔ قوی قرینہ کے بغیر جہاں بھی یہ لفظ آتا ہے قیامت ہی مراد لی جاتی ہے۔ بہرحال یہ ان کی تحریف ہے تفسیر نہیں ہے۔

ك يُوْقِنُوْنَ (یقین رکھتے ہیں) ← جو تصور آخرت، انسان کی دارین کے فوز وفلاح کا ضامن ہو سکتا ہے وہ صرف اور صرف وہی تصور ہے جو یقین اور اذعان کی بنیاد پر قائم ہے۔ "خوف خدا، خوف آخرت، خوف انجام اور بے کلی" کا دامن گیر رہنا، اس کی موٹی نشانی ہے، آخرت کے بارے میں جو عام احساس اور تصور پایا جاتا ہے، وہ ایک سطحی اعتراف کی شکل ہے اس کی جڑیں نہیں ہیں اس لیے ہماری زندگیاں اس آب وتاب سے خالی ہیں جو اسلامی تصور آخرت کا قدرتی نتیجہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۖ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

یہی لوگ اپنے پروردگار کے سیدھے راستے پر ہیں اور یہی (آخرت میں من مانی) مرادیں پائیں گے۔

لہ مِنْ رَّبِّهِمْ (اپنے رب کی طرف سے) ہدایت اور سیدھی راہ سے مراد، ربانی راہ اور ہدایت ہے، جو اب صرف قرآن و حدیث میں محصور ہے۔ "مِنْ رَّبِّهِمْ" کی قید اس لیے لگائی گئی ہے کہ انسان کی اپنی مرتب کردہ رہنمائی اپنے لیے یا غیر کے لیے حیوانی خواہشات اور بہیمی میلانات کے اتباع کا ایک شکل ہے اصولی نہیں ہے۔ اس سے مختلف پگڈنڈیوں پر پڑ کر ابن آدم کی جمعیت اور شیرازہ بکھر تو سکتا ہے مجتمع نہیں ہو سکتا، کیونکہ انسان کے حیوانی میلانات جدا جدا ہوتے ہیں۔ اس لیے سب کا رخ بھی جدا جدا ہو سکتا ہے۔ الغرض انسانی اور ملی نظام کے استحکام اور وحدت کو برقرار رکھنے کے لیے بھی "ربانی رہنمائی" ایک فطری ضرورت ہے جس کو نظر انداز کرنے کا نتیجہ یہ ہے کہ یہ اولاد آدم اپنے مختلف اور خود ساختہ معیاروں کی بنا پر چھوٹی چھوٹی اور حقیر سی ٹکڑیوں میں بٹی جا رہی ہے اور بٹ کر اختلاف اور باہمی ربط و ضبط کے امکانات کو سخت نقصان پہنچا رہی ہے۔ اس کے علاوہ خدا جس طرح سب کا خدا ہے اسی طرح ساری مخلوق بھی اسی کی مخلوق ہے اس لیے جو اپنے بندوں کے لیے یکساں اور قابل قبول نظام حیات بھی وہی دے سکتا ہے دوسرا نہیں، کیونکہ بندوں کے ملکی اور نسلی احوال و ظروف کے اس قدرتی اختلاف اور نزاکتوں کو جس طرح وہ رب سمجھ سکتا ہے دوسرا نہیں سمجھ سکتا اور ان غیر معنوی اختلافات کو باقی رکھ کر ان کو ایسی اصولی لڑی میں پرو کر ایک ایسے کلمۂ جامعہ کے گرد جمع کر دینا جو ملی وحدت، طرز حیات کی پاکیزگی، فوز و فلاح اور خدا جل جیسی توفیق مہیا کر سکے خدائی پیمانے کا یہ کام صرف خدا ہی کر سکتا ہے۔ بس مِنْ رَّبِّهِمْ کی قید اسی پس منظر کے سلسلے کی ایک لطیف تلمیح ہے۔

یہاں پر متقیوں کی جو پانچ صفاتِ حسنہ اور خصائص کا ذکر کیا گیا ہے، ربانی راہ کا حصول اور اس پر گامزن رہنے کی توفیق، ان کا فطری اور قدرتی نتیجہ ہے۔ ان پانچ صفات کے نتیجے کے طور پر سیدھے راستے کی بشارت دینے سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اسلام ایک نظامِ حیات ہے اور اس کے احکام اس سلسلے کی غیر منفک سنہری کڑیاں ہیں مگر ان کے خاطر خواہ اور موعود نتائج اور ثمرات کا ظہور اس کے جزوی احکام پر موقوف نہیں ہے بلکہ وہ اس امر پر منحصر ہے کہ اسلام کو ایک نظام کی حیثیت سے پورا پورا قبول اور نافذ کیا جائے۔ جزوی شکل میں توڑ پھوڑ کر اس کو اپنانے کی کوشش نہ کی جائے اس لیے دوسرے مقام پر فرمایا، اُدْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً (اسلام میں سارے داخل ہو جائیے ——— ورنہ بات نہیں بنے گی۔ اگر ہم یہ کہیں کہ عالم اسلام کی محرومی کا باعث اسلام سے اس کی جزوی بستگی ہے تو بیجا نہ ہوگا۔

لہ اَلْمُفْلِحُوْنَ (مرادیں پانے والے) فَلَحَ کے معنے زمین جوتنا اور فَلِحَ کے نیچے کا ہونٹ پھٹا ہوا ہونا اور اَفْلَحَ کے معنے درست ہونا ہے ——— یعنی بگڑی بنا لینے والے۔ یہ سلسلۂ مضمون کی تیسری کڑی ہے جو آخر میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام کو ایک نظام کی حیثیت سے قبول کرنے والے وہ لوگ جو جزوی طور پر بعض احکام پر قناعت نہیں کرتے "وہ" ربانی راہ یعنی سیدھے راستے "پر پڑ جاتے ہیں، اگر وہ اس پر گامزن رہے تو مرادیں پالیں گے، بگڑی بن جائے گی اور اپنے مقصد میں کامیاب ہوں گے۔ بالفاظ دیگر: اس سلسلہ مضمون کی ترتیب ٹوٹ گئی تو پھر متوقع ثمرات اور نتائج کے حتمی، اصولی اور قدرتی نتیجہ والی بات در ہے گی۔ بخت و اتفاق اور فضل و رحمت کی بات اور ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَأَنْذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ

(اے پیغمبر!) جن لوگوں نے (قبول اسلام سے) انکار کیا ان کے حق میں یکساں ہے کہ تم ان کو (عذاب الٰہی

تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ○

سے) ڈراؤ یا نہ ڈراؤ، وہ ایمان لانے والے نہیں۔

ل کُفْر (میں نہ ماننا) کَفَرُوا (میں نہ ماننے کے رسیا) کفر اصل میں چھپانے کو کہتے ہیں۔ جو شخص از راہ جہل، یا بربنائے عناد، بر سبیل جحود یا نفاق بنیادی حقائق وغیرہ کا انکار کرتا ہے یا دوسرے شرعی احکام کی تکذیب کرتا ہے تو اسلامی اصطلاح میں اس کو کافر کہتے ہیں (خازن) اور اس کے اس طرز گریز، اسلوب انکار اور رخ فرار کا نام کفر ہے ——

اسی طرح جو لوگ منصوص حقائق شرعیہ میں ردو بدل کرتے ہوئے ایسی تاویل کا سہارا لیتے ہیں جس کی زبان اور مضمون کے لحاظ سے کوئی گنجائش نہیں ہوتی یا وہ اپنی سفلی خواہشات اور سیاسی مصالح کی بنا پر "تلعب بالدین" (دین سے کھیلنے اور شغل) کرتے ہیں، تو وہ بھی کفر کا ارتکاب کرتے ہیں: حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان المخالف قد يخالف نصا متواترا و يزعم انه مؤول و لكن تاويله لا انقداح له اصلا فى اللسان لا على قريب ولا على بعيد فذلك كفر و صاحبه مكذب وان كان يزعم انه مؤول (التفرقة بين الاسلام و الزندقة)

یعنی مخالف کسی متواتر نص کی مخالفت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ مؤول ہے مگر اس کی تاویل کے لیے قریب یا بعید زبان میں کوئی گنجائش نہیں ہوتی تو یہ کفر ہے اور اس کا مرتکب مکذب (تکذیب کرنے والا) ہے، اگرچہ وہ اس زعم میں رہے کہ "وہ مؤول" ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"تاویل کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ ہوتی ہے جو کتاب و سنت اور اجماع کے مخالف نہیں ہوتی، دوسری وہ ہوتی ہے جو ان سے متصادم ہوتی ہے۔ ایسا مؤول زندیق ہوتا ہے خواہ وہ یوں کیوں نہ کہے کہ اس حدیث کے راوی کے بارے میں مجھے اطمینان نہیں یا اس کے معنے دوسرے ہیں:"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثم التاویل تاویلان، تاویل لا یخالف قاطعا من الکتاب والسنة واتفاق الامة وتاویل یصادم ما ثبت بقاطع فذلك الزندقة ...... سواء قال لا اثق بھؤلاء الرواة او قال اثق بھم لکن الحدیث مؤول ثم ذکر تاویلا فاسدا لم یسمع من قبله فھو الزندیق

مندرجہ بالا آیت میں کَفَرُوْا سے مراد وہ لوگ ہیں جو بوجوہ "میں نہ مانوں" کے اصول پر قائم ہیں اس لیے علماء نے لکھا ہے کہ سَوَاءٌ عَلَیْھِمْ، کَفَرُوْا کا بدل ہے۔ اس وقت اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جن لوگوں کا شیوہ "میں نہ مانوں" ہے یعنی وہ جن کو ڈرانا نہ ڈرانا یکساں ہے، وہ کلمہ نہیں پڑھیں گے۔ ظاہر ہے ایسے لوگوں کو راہ پر لانے کے لیے جتنی اور جیسی کچھ بھی کوششیں کی جائیں گی، رائیگاں ہی جائیں گی مگر ایں ہمہ ہمیں اتمام حجت، تبلیغ کے حصولِ ثواب اور اپنے فرض منصبی سے سبکدوش ہونے کے لیے تبلیغ اور دعوت کا سلسلہ جاری رکھنے کا حکم ہے ویسے بھی یہ امور علم الٰہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ کون اس سٹیج پر ہے اور کون ابھی اس سے ورے ہے، اللہ ہی بہتر جانتا ہے، اس لیے ایک داعیٔ حق کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی ڈیوٹی بہر حال انجام دے ـــــ صالح عنصر تو بچ جائے گا۔ اور جو بیکار اور ردی ہوگا، وہ خود بخود اپنے انجام سے ہمکنار ہو کر رہے گا۔ باقی رہی یہ بات کہ پھر اس انکشاف کا فائدہ؟ سو وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس ذہنی کوفت سے نجات دلانے کے لیے ہے جو ان بدنصیبوں کی بدنصیبی کو دیکھ دیکھ کر آپ کو ہوتی رہتی تھی۔ اس کیفیت کے ازالہ کے لیے دوسرے مقام پر یوں فرمایا:۔

فَاِنَّمَا عَلَیْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَیْنَا الْحِسَابُ ۔(رعد ۔ ع ۶) فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَیْهِمْ حَسَرٰتٍ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ بِمَا یَصْنَعُوْنَ ○ (فاطر ع ۲)

"میں نہ مانوں" کے ان بیماروں کا دوسری جگہ یوں ذکر فرمایا ہے کہ:۔

وَلَئِنْ اَتَیْتَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰیَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ (پ۲ - البقرۃ - ع ۱۷)

جن لوگوں کو کتاب دی گئی ہے اگر آپ سارے دلائل بھی ان کے پاس لے آئیں، تب بھی وہ آپ کے قبلہ کی پیروی نہ کریں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ حَقَّتْ عَلَیْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ ○ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰیَةٍ حَتّٰی یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ ○ (پ۱۱ - یونس ع ۱۰)

اور (اے پیغمبر!) جو لوگ آپ کے رب کے حکم (عذاب) کے مستوجب ٹھہر چکے ہیں، وہ تو جب تک عذاب دردناک کو دیکھ نہ لیں گے کسی طرح ایمان لانے والے ہیں نہیں۔ اگرچہ (دنیا جہان کے) تمام معجزے ان کے سامنے (کیوں نہ) آموجود ہوں۔

الغرض جو لوگ یہ تہیا کر لیتے ہیں کہ کچھ بھی ہو وہ بہرحال اپنے سابقہ موقف پر ڈٹے رہیں گے۔ ان کو تبلیغ کرنا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کے لیے قطعاً مفید نہیں ہو سکتا

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ زبردستی کسی سے کچھ نہیں منواتا، صرف دعوت دیتا ہے، سمجھاتا ہے اگر وہ مان لیں تو بہتر، اگر نہیں تو نہ سہی

لہ اِنذار (وارننگ دینا، نتائج بد سے آگاہ کرنا، متنبہ کرنا) اس کے معنی دھمکی دینا نہیں، بلکہ غلط نتائج سے مطلع کرنا ہیں، اندیشوں سے احتراز اور پرہیز کرنے کے لیے اگر گنجائش اور وقت باقی ہو تو اس سلسلے میں متنبہ کرنے کو "انذار" کہتے ہیں اور اگر گنجائش باقی نہ رہے تو اس کا نام اعلام اور اخبار ہے:

ان کان للزمان اتساع بحیث یسع فیہ الاحتراز عن المخوف بہ فانذار و الا فاعلام واخبار لا انذار (کشف المحجوبین علی تفسیر الجلالین ملا)

خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ وَعَلٰی سَمْعِہِمْ وَعَلٰٓی
ان کے دلوں اور ان کے کانوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ

اَبْصَارِہِمْ غِشَاوَۃٌ وَّلَہُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ○
پڑا ہے اور (آخرت میں) ان کو بڑا عذاب (ہونا) ہے

لہ خَتَمَ (مہر لگا دی) مہر ہمیشہ خط، آرڈر اور مضمون کے اختتام اور تکمیل پر ان کے آخر میں لگائی جاتی ہے پہلے نہیں گویا کہ مضمون اور خط کی تکمیل ہی مہر ثبت کرنے کا باعث اور نتیجہ ہوتی ہے، مہر خط اور آرڈر یا مضمون کا باعث نہیں ہوتی۔ یہاں پر "مضمون" آیت اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْہِمْ الآیۃ میں مذکور ہو گیا ہے یعنی "میں نہ مانوں" مہر لگانے سے مراد یہ ہے کہ غلط کام پر انسان کے دل میں جو خلش کبھی کبھار چٹکیاں لیتی رہتی ہے، وہ اب جاتی رہتی ہے۔ ضمیر مردہ ہو جاتا ہے اس کی طرف سے پھر کبھی صدا بلند نہیں ہوتی اور نہ احتجاج ہوتا ہے۔ اب ان کو ضمیر کی طرف سے کسی فطری مزاحمت اور ملامت کا کھٹکا بھی باقی نہیں رہتا۔ بلکہ اپنی کج روی، بدعملی اور کفر بازی کو بنظر استحسان دیکھنے لگ جاتے ہیں۔

وَہُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّہُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا○ (کہف ع ۱۲)

وہ سمجھتے ہیں کہ وہ خوب کام کر رہے ہیں۔

اور اس پر وہ پوری طرح مطمئن ہو رہتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَاطْمَاَنُّوْا بِہَا (یونس ۴)

جن لوگوں کو ہم سے ملنے کا کھٹکا ہی نہیں اور دنیا کی زندگی سے خوش اور اس پر وہ مطمئن ہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے ساتھ ساتھ یہ آسمانی کتابوں سے نفرت بھی کرتے ہیں:

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ۝ (پ۲۶ : محمد ع ۱)

یہ سب کچھ اس لیے ہوا کہ وہ خدا کی نازل کردہ آیات سے نفرت کرتے ہیں تو خدا نے ان کا کیا کرایا ضائع کردیا۔

صرف نفرت نہیں استہزاء بھی کرتے ہیں۔ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ (البقرہ ع ۲)

وہ یہ بھی مطالبہ کرتے ہیں کہ قرآن کے سوا کچھ اور لا دو یا اسی میں کچھ رد و بدل کردو:

ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ط پ۱۱ - یونس ع ۲)

جب یہ کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ اس وقت دل سے احساس، نگاہوں سے دید حق اور کانوں سے شنید حق کی ساری توفیق چھن جاتی ہے، جحود و انکار ان کی طبیعت ثانیہ بن جاتی ہے۔ حق سمان کو وحشت ہونے لگتی ہے۔ معصیت کوشی، خدا فراموشی، نفس و طاغوت کی چاکری، داعیان حق سے عداوت، نفرت، بدوں سے الفت اور محبت ان کی غذا ہو جاتی ہے —— بس یہ وہ کیفیت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مختلف ناموں سے یاد فرمایا ہے۔

حضرت امام ابن قیمؒ (ف ۷۵۱ھ) نے ان کی پوری لسٹ اور فہرست دے دی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔

ختم۔ طبع، اکنہ، غطاء، غلاف، حجاب، وقر، غشاوہ، ران، غل، سد، قفل۔ صمم، بکم، عمی، صد، صرف، شد علی القلب، ضلال (بعید) اغفال، مرض، تقلیب افئدہ الحول بین المرء وقلبہ، ازاغۃ القلوب، خذلان، ارکاس، تثبیط، تزیین، ان کی تطہیر و ہدایت سے پرہیز، احیاء کے بعد اماتت قلوب کے سامان، روشنی کا چھین لینا، قلب قاسی، سینہ کی تنگی (صدر ضیق) (شفاء العلیل ص۹۲)

عربی تفاسیر

تفسیر الکبیر مع تفسیر ابی سعود، ابن کثیر، الکشاف، ابن عباس، جلالین، جامع البیان، طبری، قرطبی، زاد المسیر لابن الجوزی، فتح البیان للنواب صدیق الحسن خان، روح المعانی، روح البیان، صحاح ستہ، تحفۃ الاحوذی، الملل والنحل لابن حزم وللشہرستانی، عجائب المخلوقات، البدر الطالع (فی اسماء الرجال) للشوکانی، زاد المعاد مع سیرۃ النبوی لابن ہشام، البدایہ والنہایہ تاریخ القرآن، علوم الحدیث، فتاویٰ شامی، فتاویٰ عالمگیری، فتح القدیر شرح ہدایہ، فتاویٰ کاملیہ، مشکوٰۃ مع الترغیب والترہیب، قطر الندیٰ، شرح شذور الذہب، اردو تفاسیر ابن کثیر، ماجدی، عثمانی، جواہر القرآن، احسن التفاسیر، تفسیر ثنائی، بیان القرآن، تدبر قرآن، تفہیم القرآن، تفسیر حسینی فارسی، تفسیر القرآن منظوم پنجابی کامل وغیرہ

آپ اپنی کوئی کتاب بیچنا چاہیں تو ہمیں یاد فرمائیں

رحمانیہ دار الکتب امین پور بازار لائلپور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پروفیسر منظور احسن عباسی

قسط (۳)

سزائے مرتد پر چند مغالطے اور اُن کا دفعیہ

مؤلفِ کتاب نے محض اختلافی نکتوں پر اپنے دلائل کی بنا رکھی ہے. متفقہ فیصلہ کو نظر انداز کر دیا ہے. لیکن احادیث کی تمام بحث میں کوئی ایک نظیر بھی ایسی نہیں ہے جس سے ظاہر ہو کہ کسی مرتد کو ارتداد کی حالت میں زندہ رہنے کا حق ہے اختلافات کی صورتِ تطبیق یہ ہے کہ مرتد کو مہلت توبہ دی جائے تو بہتر ہے. نہ بھی دی جائے تو چنداں مضائقہ نہیں. عورت کے لیے یہ حکم ہے کہ اگر مرتدہ سرکشی پر اتر آئے تو وہ بھی مستوجبِ قتل ہے ورنہ اسے قید میں رکھا جائے گا اور توبہ کرلے تو مرد و عورت دونوں کے لیے معافی کی اجازت ہے اور یہ تمام مسائل الفاظ و معانی قرآن و حدیث سے اخذ فرمائے گئے ہیں۔

رہا احادیث کے قابلِ تاویل ہونے کا معاملہ سو اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ احادیث کے مطالب کی تاویل و تعبیر کی جا سکتی ہے. یہ عمل قرآنی آیات میں بھی نافذ ہے لیکن تاویل کے بھی کچھ اصول ہیں. ایسی تاویل جس کے نہ الفاظ متحمل ہوں اور نہ اس کا مفہوم ہی درست ہو سکے، تفسیر بالرائے کے مصداق ہے جس پر سخت وعید آئی ہے. اس کے لیے تاویل کرنے والے کی ذہنی اور علمی صلاحیت، اس کی بے لوثی اور اخلاقی بلند نظری اور حقیقت پسندی کو مدنظر رکھا جاتا ہے. ایک جاہل مرد نے جس کا نام مجرم تھا آیت كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ کا مطلب یہ سمجھا کہ اللہ تعالیٰ ان تمام لوگوں کو جن کا نام مجرم ہے ہلاک کر دے گا. ایک شر پسند علم رحمٰن یمامہ (جو مسیلمہ کذاب کے نام سے مشہور ہے) آیت بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ میں رحمٰن سے اپنی ہستی مراد لیتا ہے. ایک احمق لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ کا یہ مطلب بیان کرتا ہے کہ کسی کو نماز نہیں پڑھنی چاہیے. ایک پڑھے لکھے شخص کا دعوٰی ہے کہ خاتم النبیین کے معنے یہ ہیں کہ حضورؐ آخری نبی نہیں تھے بلکہ نبیوں کی مہر تھے کہ جس پر مہر لگا دی اسے نبی بنا دیا. ایک شخص کہتا ہے کہ حدیث من بدل دینہ فاقتلوہ فرمودۂ رسول ہے ہی نہیں. یہ کسی ملا کا قول ہے. جناب مؤلف کتاب نے اس شخص کی طرح اس حدیث کو ملا کا قول کہنے کی جرأت تو نہیں فرمائی لیکن ایسی تاویل فرمائی ہے جو اوپر کی تاویلات سے بہت مشابہ ہے مثلاً ارشاد ہے کہ مولوی چراغ علی نے اس حدیث کو منقطع قرار دیا ہے. لیکن بیشتر اصحاب کے نزدیک یہ کوئی معقول سبب نہیں جس کی بنا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث کورد کردیا جائے (مطلب یہ ہے کہ کاش منقطع ہونے کے علاوہ اور وجہ بھی کوئی ہوتی کہ اسے رد کیا جا سکتا) تاہم وہ فرماتے ہیں کہ اس کی تاویل کی جا سکتی ہے (جو نتیجۃً اس کے رد کرنے ہی کے برابر ہوگی) کہ اس میں لفظ اقتلوہ جو آیا ہے اس کو حقیقی معنوں میں نہ لیا جائے بلکہ اس کے مجازی معنے مراد ہوں یعنی ایسے شخص کو گمراہ سمجھ کر قتل کردینا نہیں ہے بلکہ یہ معنے لیے جا سکتے ہیں کہ ایسے شخص کو گمراہ سمجھ لو اور جو کہتا ہے اس کی طرف توجہ نہ دو۔ اور دلائل کے سلسلہ میں انہوں نے بتایا ہے کہ حضرت عمرؓ نے قبیلہ خزرج کے سردار سعدؓ کی بابت جو خلافت کا امیدوار تھا فرمایا کہ اقتلوا السعد اقتله الله یعنی اس کو مردہ تصور کرلو اور اس کی بات کی طرف توجہ نہ دو۔ مطلب یہ ہے کہ اسی طرح من بدل دینه فاقتلوه میں بھی یہ معنے ہیں کہ جو شخص اپنے دین سے پھر جائے اسے مردہ تصور کرلو اور اس کی جانب توجہ نہ دو یعنی اسے مجرم نہ سمجھو جو کہتا ہے کہے۔ قطع نظر اس کے کہ حضرت عمر کا یہ واقعہ میری نظر سے نہیں گزرا۔ جناب مؤلف کو خود ہی اپنی اس تاویل پر اطمینان نہ تھا۔ چنانچہ انہوں نے فرمایا ہے کہ یہاں تو خیر ہے یہ تاویل کر بھی لی جائے۔ لیکن امام مالک کی مؤطا کے باب "من ارتد عن الاسلام" میں لفظ قتل نہیں ہے بلکہ گلہ کاٹ دینا آیا ہے۔ من غیر دینه فاضربوا عنقه یعنی جو شخص اپنے دین سے پھر جائے اس کا گلا کاٹ دو، میں یہ تاویل نہیں چلے گی تاہم چونکہ سزائے مرتد کی نفی مطلوب تھی اس لیے آگے چل کر انہوں نے بتایا ہے کہ خود امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی تشریح اس حدیث کی بابت یہ ہے کہ جو مسلمان مرتد ہو کر اپنا مذہب چھپا رکھے اور اسلام کا اظہار کرے تو اس کے اس نفاق کا راز کھل جانے پر توبہ کی پرواہ کیے بغیر اسے قتل کر دینا چاہیے۔

مؤلف ممدوح کو امام مالک کے اس موقف پر اعتراض ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ امام مالک کے اس برتر مقام، تقویٰ اور علم کا احترام کرتے ہوئے بھی ان پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ منافقین کے باب میں ان کا یہ فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے خلاف ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ امام صاحب نے جو قتل کا حکم دیا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق کے خلاف ہے۔ مقام حیرت ہے کہ بعض اوقات انسان اپنی ہٹ دھرمی پر آکر کس طرح حقیقت کی طرف سے آنکھ بند کر لیتا ہے۔ امام صاحب نے تو اس منافق کے قتل کو جرم ارتداد کے ثابت ہونے پر موقوف رکھا ہے۔ چنانچہ خود ہی مؤلف کتاب نے جو ترجمہ کیا ہے اس میں یہ الفاظ ہیں:

On proof of his guilt he shall be slained.

یعنی جب اس کا جرم ارتداد ثابت ہو جائے تو اسے قتل کیا جائے۔ لیکن مؤلف کتاب یہ سمجھے کہ منافق کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

مؤلف موصوف امام مالک پر خلاف پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم حکم دینے کا الزام جڑنے کے بعد ص۴۵ بھی اسی نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ حدیث کے الفاظ مشتبہ ہیں۔ لوگوں کو صحیح یاد نہ رہنے اور ان حالات کو نظر انداز کرنے کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باعث جو اس حدیث کا پس منظر ہیں یہ بات کہہ دی گئی تھی۔ در پردہ یہ ان لوگوں کے خلاف جو اس حدیث سے قتل مرتد کا حکم واضح طور پر اخذ فرماتے ہیں، الزامات کی ایک فہرست ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بلاشبہ حدیث کے یہی معنے ہیں کہ مرتد کو قتل کیا جائے گا۔ اس میں اقتلوا کی وہ تاویل نہیں چل سکتی کیونکہ یہ لفظ قتل نہیں بلکہ ضربِ عنق (گردن کاٹ دینا) ہے تاہم محدثین نے اس کے پس منظر کو نہیں دیکھا اور اس حدیث کی تاویل کی جا سکتی ہے کہ مرتد کو صرف اس صورت میں قتل کیا جائے گا جبکہ وہ حربی ہو جائے۔ کیونکہ الفاظ احادیث میں اختلاف ہے (یعنی ایک میں قتل کرنے کا حکم ہے اور دوسری میں گردن کاٹنے کا) لہٰذا دونوں غلط ہیں اس لیے اسے چھوڑ دیا جائے گا۔ استدلال کی اس قوت کا مظاہرہ فرمانے کے بعد دوسری احادیث کے بارے میں مصنف موصوف کا رویہ بھی فروتر ہے (صفحہ ۴۶-۴۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایسے کسی شخص کو جو توحیدِ الٰہی اور میری رسالت کا اعتراف کرے، قتل نہیں کیا جا سکتا سوا ان تین صورتوں کے کہ اس نے کسی کو ناحق قتل کیا ہو یا شادی شدہ ہونے کے باوجود ارتکابِ بدکاری کرے یا یہ کہ وہ اپنے دین سے پھر کر اپنی جماعت سے الگ ہو جاتے۔

(بخاری باب النفس بالنفس و ترمذی)

پھر بخاری میں ایک اور حدیث باب القسامہ میں یوں آئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تینوں صورتوں کے علاوہ کسی پر قتل کی شرعی سزا نافذ نہیں فرمائی۔ یعنی وہ جس نے ناحق قتل کا ارتکاب کیا ہو یا محصن ہو کر زنا کیا ہو یا خدا اور رسول سے جنگ کر رہا ہو کر اسلام سے پھر گیا ہو۔ ایسی ہی ایک حدیث سنن نسائی میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے جس میں واجب القتل شخص کے ذکر میں الفاظ یوں ہیں کہ تیسرا وہ جو مسلمان ہونے کے بعد پھر مرتد ہو جائے۔ سنن نسائی کی ایک حدیث جو حضرت عائشہ سے مروی ہے اس میں تیسری قسم کے واجب القتل شخص کا ذکر اسی طرح ہے کہ جو شخص اسلام لانے کے بعد مرتد ہو جائے۔ پھر سنن نسائی میں ایک اور حدیث میں مرتد کو مسلمانوں کا دشمن بتایا گیا ہے۔ اور ابو داؤد کے باب الحکم فی من ارتد میں تیسرے زمرہ کے واجب القتل اشخاص کی بابت بتایا گیا ہے کہ جو لوگ محاربین باللہ والرسول ہیں انہیں یا تو قتل کر دیا جائے گا یا سولی دے دی جائے گی یا جلا وطن کر دیا جائے گا۔ یہ الفاظ سورہ مائدہ آیت نمبر ۳۳ کا ہی مفہوم ہیں۔ حضرت عثمان سے اندریں باب دو احادیث مروی ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ان تین صورتوں کے علاوہ کسی مسلمان کا قتل جائز نہیں ہے۔ وہ شخص جو مسلمان ہو کر مرتد ہو جائے یا شادی شدہ ہو کر مرتکبِ زنا ہو یا کسی شخص کو ناحق قتل کر دے (باب مایحل بہ دم المسلم) اسی باب کی دوسری حدیث حضرت عثمانؓ کی روایت کردہ ہے جس میں آخری مستوجب القتل کی بابت یہ الفاظ ہیں کہ جو شخص ایمان لانے کے بعد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرتد ہو جائے۔ پھر ابوداؤد میں ایک حدیث ہے کہ خدا کا بندہ جب اسلام سے نکل کر مشرکین میں جا ملے تو اس کا خون حلال ہو جائے گا۔

مؤلف کتاب نے ان احادیث کے الفاظ میں معمولی تفاوت کو بہانہ بنا کر، حالانکہ سب کا مفہوم ایک ہے تمام احادیث کو ساقط الاعتماد سمجھ لیا ہے۔ ان میں سے کوئی حدیث یہ ظاہر نہیں کرتی کہ مرتد کی کوئی سزا نہیں ہے۔ اس کی باتوں پر توجہ نہ دی جائے۔ ان احادیث کے علاوہ ایک حدیث اور ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوموسیٰ اشعریؓ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا اور پھر معاذ بن جبلؓ بھی وہاں بھیجے گئے۔ جب وہ یمن پہنچے تو حضرت ابوموسیٰؓ نے ان کو خوش آمدید کہا اور تشریف رکھنے کی درخواست کی لیکن اس وقت ایک یہودی پیش ہوا جو مسلمان ہو کر پھر یہودی ہو گیا تھا۔ حضرت معاذ بن جبلؓ نے کہا کہ میں نہیں بیٹھوں گا جب تک کہ خدا و رسول کے احکامات کے بموجب پہلے اسے قتل نہ کیا جائے۔ چنانچہ اس پر عمل کیا گیا۔ تب حضرت معاذؓ وہاں بیٹھے۔

اس واضح حدیث کی تاویل فاضل مؤلف کے علاوہ اور کسی کے بس کی بات نہ تھی۔ چنانچہ انہوں نے فرمایا کہ بہت ممکن ہے کہ وہ یہودی یمن کے اسود عنسی مدعی نبوت کی حمایت میں داخل ہو گیا ہو۔ اسود عنسی وہ شخص ہے جس نے ایک فوج مسلمانوں کے خلاف تیار کی تھی اور آنحضرتؐ کے متعین فرمودہ دو اصحاب عمرو بن حزم اور خالد بن سعید کو ان کے عہدوں سے ہٹا دیا تھا۔

دلیل کی قوت ملاحظہ فرمائیے کہ شاید ایسا ہوا ہو، اس لیے قتل کر دیا گیا۔ ظاہر ہے کہ اس حدیث میں واضح طور پر مذکور ہے کہ اس کا قصور صرف یہ تھا کہ وہ مسلمان ہو کر پھر اسلام سے پھر گیا تھا۔ اگر دیگر کوئی قصور مستوجب قتل ہوتا جو جناب مؤلف کے اپنے ذہن کی اختراع ہے تو لازم تھا کہ اس حدیث میں اس کی نشاندہی ہوتی۔ ورنہ ممکن نہ تھا کہ ایک شخص کو مستوجب قتل قرار دیا جائے اور اس کا وہ جرم نہ بتایا جائے جس کی بنا پر اسے قتل کرنا واجب ہو۔ بلکہ وہ جرم بتایا جائے جو جرم ہی نہیں ہے۔ قطع نظر اس سے کہ یہ ہرگز ضروری نہیں ہے کہ محارب قیدی کو قتل ہی کیا جائے۔ حضرت معاذؓ کا اصرار صرف ایک ہی قتل ہے۔

اس سلسلہ میں جناب مؤلف کی یہ دلیل بڑی معنی خیز ہے کہ حضرت معاذ بن جبل نے اس مرتد یہودی کے قتل کا مطالبہ اللہ اور رسول دونوں کے حکم کے بموجب کیا تھا۔ چونکہ قرآن میں مرتد کے لیے قتل کی سزا کہیں بھی موجود نہیں ہے بلکہ محارب اللہ کے لیے قتل کا حکم ہے۔ اس لیے ضرور وہ یہودی محارب تھا۔

اس قول کا تجزیہ کیا جائے تو عیاں ہو گا کہ مؤلف کے نزدیک قرآن میں تو مرتد کی سزا نہیں ہے لیکن حدیث میں ہے۔ مؤلف کے لیے تحت شعوری اعتراف سے انکار مشکل ہے کیوں کہ انہوں نے مرتد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی سزا کا ذکر نہ ہونا صرف قرآن میں بتایا ہے ورنہ وہ یہ کہتے کہ معاذ بن جبل نے کتاب وسنت دونوں کی بنا پر قتل کا مطالبہ کیا تھا اور دونوں میں کہیں بھی قتل مرتد کی سزا مذکور نہیں ہے۔ اس سے بظاہر یہ بھی مترشح ہوتا ہے کہ مؤلف موصوف نے محارب اللہ کا مطلب یہ سمجھا ہے کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو اسلام کے خلاف تلوار اٹھائے یعنی حربی ہو۔ حالانکہ محارب اللہ والرسول کے معنے خدا اور رسول کے احکام کے خلاف کرنے والے کے ہیں۔ اس زمرہ میں فسق وفجور، رہزنی وارتداد و بدکاری وغیرہ سب شامل ہیں اور سب کو محدثین نے محاربین باللہ سے تعبیر فرمایا ہے اور قرآن حکیم میں جہاں جہاں بھی حرب اللہ والرسول کا لفظ آیا ہے۔ غالباً ہر جگہ معصیت مراد ہے کہیں بھی جنگ مراد نہیں ہے۔ چنانچہ آیت انما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسولہ الآیۃ (مائدہ ۳۳) کے تحت صاحب تفسیر ماجدی نے لکھا ہے کہ:

"محاربہ سے مراد معصیت اور مخالفت یا اللہ اور اس کے رسول کے قانون کو توڑنا ہے۔"

(بحوالہ لغات لسان العرب وتاج العروس)

اور لکھا ہے کہ:

"اہل تفسیر تو سب اس طرف گئے ہیں نیز محدثین کی بھی یہی رائے ہے یعنی کسی نے بھی محاربین اللہ والرسول سے حربی مراد نہیں لیا۔"

اب کیسی غلطی ہوگی۔ اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ صرف ایسے مرتدین مستوجب سزا ہوں جو جرائم رہزنی، نہب و قتل کا ارتکاب کریں۔ اس خیال کی حماقت بیان کرتے ہوئے علامہ جصاص فرماتے ہیں کہ:

"جرم مسلمان کرے تو اس کی بھی یہی سزا ہے۔"

قطع نظر اس کے کہ حربیوں کو قتل کرنے کا حکم کہیں بھی نہیں ہے۔ ان سے مقاتلہ کا حکم ہے جیسا کہ پہلے بتایا گیا ہے۔ غرض اس آیت کا مفہوم بھی جو مؤلف کتاب نے بتایا، خود ساختہ اور افسوسناک معنوی تحریف ہے۔

ظاہر ہے کہ اس یہودی مرتد کے باب میں ان تمام قیاس آرائیوں کی بنا محض یہ ہے کہ جناب مؤلف کسی صورت نہیں چاہتے کہ مرتد کے لیے سزائے موت کا حکم ثابت ہو۔ اس سلسلہ میں ایک نہایت حیرت انگیز جرأت یہ بھی فرمائی کہ حضرت معاذؓ بن جبل کا یہ فیصلہ محض ان کا ذاتی اجتہاد تھا۔ اور شاہ ولی اللہ نے بدلائل یہ ثابت کیا ہے کہ خواہ کوئی کتنی ہی بڑی شخصیت ہو (بجز پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے) ضروری نہیں کہ اس کے اجتہاد کو بہر حال درست سمجھا جائے اور بحوالہ سید الشریف جرجانی بتایا ہے کہ صحابہ کی ہر بات قابل تسلیم نہیں ہے۔ یعنی حضرت معاذؓ کی بات قابل تسلیم نہیں ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باب میں جناب جسٹس رحمٰن کی اس رائے کے مقابلہ میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے بھی ملاحظہ فرمائیے۔

★ اعلمهم بالحلال والحرام معاذ
یعنی حلال وحرام کے مسائل سب سے زیادہ جاننے والے معاذؓ ہیں۔

★ یجئ معاذ یوم القیامة امام العلماء بین یدی العلماء
یعنی قیامت کے روز حضرت معاذ تمام علماء کے امام کی حیثیت سے علماء کے آگے آگے ہونگے

★ خذوا القرآن من اربعة من ابن مسعود وابیّ ومعاذ بن جبل وسالم
یعنی قرآن سمجھنا چاہو تو چار اصحاب سے سمجھو۔ ابن مسعود، ابیّ، معاذ بن جبل اور سالم سے۔

★ قد سن لکم هذا معاذ فاصنعوا (مسند احمد ص ۲۴)
یعنی یہ طریق کار معاذ نے بتایا ہے بس اس پر عمل کرو۔

حضرت معاذ بن جبل کی اس غلطی کا سبب بھی جناب مؤلف نے یہ بیان فرمایا ہے کہ معاذ کے ذہن میں خدا ورسول کے واضح احکام نہ تھے۔ (ص ۲)

گویا غیر واضح ذہن کی بنا پر انہوں نے اس یہودی کے قتل پر اصرار کیا لیکن جناب مؤلف نے اس امر پر غور نہ فرمایا کہ اس قصور میں (معاذ اللہ) نہ صرف حضرت معاذ بلکہ ابو موسیٰ اشعری بھی ملوث تھے کہ انہوں نے اس یہودی کو سزائے موت دی بلکہ اس وقت کے جملہ حاضرین اور تمام صحابہ جنہوں نے بعد میں اس پر کوئی اعتراض کبھی نہیں کیا بلکہ خود ذاتِ مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جن کے عہد میں یہ واقعہ پیش آیا کوئی اعتراض نہیں کیا تو کیا ان سب کے ذہن میں احکاماتِ خدا اور رسول واضح نہ تھے؟

خدا اور رسول کے نزدیک مرتد کے واجب القتل ہونے کا ثبوت اس سے زیادہ واضح اور ممکن نہیں

اس کے بعد مؤلف نے ان دو احادیث کو بھی محلِ مقیدہ بتایا ہے جن میں بتایا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو ارتداد کے جرم میں قتل کا حکم دیا۔ جناب مؤلف کی تحقیق اندریں باب یہ ہے کہ ان احادیث میں سے ایک حضرت عائشہؓ سے اور دوسری حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے اور دونوں کے روایات میں بعض ایسے اور ساقط نام ہیں جن کو قابلِ اعتبار نہیں سمجھا گیا لہٰذا یہ حدیث مشکوک ہے اور مبہم بھی ہے کیونکہ اس میں اس عورت مقتولہ کی تفصیل نہیں بتائی گئی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حدیث سے یہ ظاہر نہیں ہے کہ وہ امن پسند مرتدہ تھی یا محاربہ مرتدہ۔ باوجود اس کے انہوں نے یہ یقین کر لیا کہ وہ ضرور محاربہ تھی ورنہ قتل نہ کی جاتی۔ پس غلط طرزِ استدلال کو مصادرۃ علی المطلوب کہتے ہیں اور فن مناظرہ میں اس کو حماقت سے تعبیر کیا جاتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ احادیث دوسرے احکام واحادیث صحیحہ کی تائید کرتی ہیں چنانچہ علامہ سرائیؒ نے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قتلِ مرتدہ کے حق میں علامہ سرخسی حنفی کے جو دلائل نقل کیے ہیں ان میں دو عورتوں ام مروان اور ام فرقہ کے حکمِ قتل کے علاوہ اس حدیث سے بھی استدلال فرمایا ہے جس میں ہر شخص کے قتل کا حکم ہے جو دین سے پھر جائے اور لکھا ہے کہ موجبِ قتل صرف جرمِ ارتداد ہے۔ خواہ وہ مرد سے سرزد ہو یا عورت سے اور اس کی تائید میں شارح بخاری علامہ عینی کے دلائل بھی پیش کیے گئے ہیں جن میں حضرت عبداللہ بن عمر اور زہری اور ابراہیم نخعی کی رائے بوضاحت درج ہے کہ مرتد مرد ہو یا عورت۔ اگر ایمان نہ لائے تو اسے قتل کر دیا جائے گا اور اس کی تائید میں حضرت ابن عباسؓ کا ارشاد اور حضرت ابوبکرؓ کے عہدِ خلافت میں ایک مرتدہ عورت کے قتل کیے جانے کا ذکر ہے اور بتایا ہے کہ فلم ینکر ذالك علیه احد کہ ایک فردِ متنفس بھی ایسا نہیں جس نے اس حکم سے انکار کیا ہو اور حضرت معاذ بن جبلؓ سے یہ حدیث مروی ہے:۔

ایما امرأة ارتدت عن الاسلام فادعھا فان عادت والا فاضرب عنقھا

یعنی جو عورت اسلام سے پھر جائے اسے مسلمان ہونے کی دعوت دی جائے اگر اسلام قبول کر لے تو بہتر ورنہ اس کی گردن اڑا دی جائے۔

اس کے مقابلہ میں بعض احادیث اور تعاملِ صحابہ سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ مرتدہ عورت کو قتل کی بجائے قید و بند کا حکم ہے جس کی بنا پر انہیں قتل کرنا منع ہے اور ان اصحاب کی دلیل یہ ہے کہ عورتوں کو قتل کی ممانعت ہے چنانچہ خود جناب مؤلف نے اس حدیث کا ترجمہ درج فرمایا ہے[1] کہ اگر کوئی عورت مرتد ہو جائے تو اسے قتل نہ کرو (ص ۸۲) اس حدیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ اگر مرتد مرد ہو تو اسے قتل کر دیا جائے ورنہ عورت کے قید کی کیا ضرورت تھی۔

رہا عورت مرتدہ کا حکم تو اس کا فیصلہ متفقہ طور پر یہی ہے کہ وہ بہرحال مجرم ضرور ہے۔ سزا کے باب میں دو رائیں ہیں کہ اسے قتل کیا جائے یا سخت قید و بند میں رکھا جائے۔ لیکن اس باب میں بھی سب متفق ہیں کہ مرتدہ عورت بھی اگر تشدد یا فساد پر آمادہ ہو تو اسے قتل کیا جائے گا۔ غرض یہ کوئی بھی نہیں کہتا کہ کسی صورت

---

[1] حدیث بالا کے مفہومِ مخالف سے مرتد مرد کا واجب القتل ثابت کرنا اگرچہ الزاماً درست ہے لیکن واضح رہے کہ مرتدہ کو قتل کے حکم سے مستثنیٰ قرار دینے والی کوئی حدیث صحیح نہیں بلکہ سخت ضعیف ہیں اور حنفیہ میں سے جو لوگ مرتدہ کے قتل کی بجائے اسے کسی دوسری سزا کا مستوجب قرار دیتے ہیں بظاہر اس کی وجہ صرف تقلید ہے کیونکہ عورتوں کے قتل سے اجتناب والی حدیث کے مختلف طرق سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ یہ حدیث کسی مرتدہ کے حکم سے متعلق ہے ہی نہیں بلکہ ان حربی عورتوں سے متعلق ہے جو لڑائی میں حصہ نہیں لیتیں۔ دراصل جناب الیس تالے رحمٰن صاحب نے قتل کے حکم کو مرتد مرد سے مخصوص کر کے علماء کی تقلیدی مجبوری سے فائدہ اٹھانے کی کوشش فرمائی ہے مرتدہ عورت کے بارے میں قید کا حکم مجروح ہونے کے باوجود موصوف کے موقف کی تائید نہیں کرتا جیسا کہ عباسی صاحب کی اگلی عبارت سے واضح ہے۔ ۱۲ — مدیر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں اس کے اس جرم کو نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔ مرتدہ عورت سے اگرچہ قتل سے منع کیا گیا ہے تاہم اسے سخت قید و بند میں رکھے جانے کا حکم ہے جو مؤلف کی رائے کے برخلاف ہے کیونکہ موصوف دنیا میں کسی سزا کے قائل ہی نہیں۔

یہ امر بجائے خود قابلِ غور ہے کہ مرتد کے واجب القتل ہونے کا جہاں کہیں بھی حکم آیا ہے، ہر جگہ اس کا سبب ارتداد بتایا گیا ہے جس طرح قاتل کی سزا قتل بوجہ ارتکابِ قتل ہے اور زانی محصن کی سزا قتل بوجہ ارتکابِ زنا ہے اسی طرح مرتد کی سزا قتل بوجہ ارتکابِ ارتداد ہے۔ اس میں کسی جگہ حربی ہونے کا شاخسانہ موجود نہیں ہے۔ لہذا حکم قتل مرتد کے معنی لغۃً، اصطلاحاً، شرعاً اور دیانۃً اس کے سوا کچھ اور ہو ہی نہیں سکتے کہ ارتداد جرم مستوجب سزائے موت ہے۔

جرم ارتداد کی سنجیدگی اور شدت کا ثبوت حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت کردہ حدیث متعلق ابن سرح سے بھی ہوتی ہے۔ مؤلف کتاب نے اس حدیث کو بھی اونکھی تاویل و تعبیر کا ہدف بنایا ہے۔

اس واقعہ کا خلاصہ جو روایت حضرت عبداللہ بن عباس و روایت حضرت سعد بن وقاص میں مذکور ہے یہ ہے کہ:۔

"ایک شخص عبداللہ بن سرح بارگاہِ رسالت کی سیکرٹری شپ سے ہٹ کر کفار سے جا ملا تھا۔ اس پر حضور نے اس کے قتل کا حکم دیا لیکن فتح مکہ کے روز اس نے حضرت عثمانؓ کے پاس پناہ لی۔ حضرت ممدوح اسے حضور کی خدمت میں لے آئے اور درخواست کی کہ اس کی بیعت قبول فرمائی جائے۔ حضور نے اسے دیکھا اور خاموش رہے۔ دوسری بار درخواست کرنے پر بھی چپ رہے۔ تیسری بار درخواست پر اس کی بیعت قبول فرمائی گئی تاہم سب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں نے جب اس کی بیعت سے ہاتھ روک لیا تھا تو کیا تم میں سے کوئی مردِ رشید ایسا نہ تھا جو اسے قتل کر دیتا۔ لوگوں نے کہا کہ حضور نے اشارہ فرما دیا ہوتا۔ ارشاد ہوا کہ نبی کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ آنکھوں کی خیانت کرے" (ابوداؤد، کتاب الحدود۔ باب من ارتد)

علمائے محدثین نے اس حدیث کی کئی زاویہ ہائے نظر سے تشریح فرمائی ہے لیکن جس امر پر سب کا اتفاق ہے وہ یہ ہے کہ ابن سرح جرم ارتداد کی پاداش میں قتل کا مستوجب ہو گیا تھا۔ لیکن اس نے توبہ کر لی اور پھر مسلمان ہو گیا۔ اس لیے قتل سے بچ گیا۔ تاہم حدیث سے عیاں ہے کہ اگر اسے قتل ہی کر دیا جاتا تو قابلِ بازپرس نہ تھا۔ چنانچہ بعض علماء بشمول ابن ہمام کا یہی مسلک ہے کہ مرتد کو توبہ وغیرہ کا موقع دینا کوئی امر مستحب نہیں ہے اسے استتابہ کہتے ہیں ایسا کیا بھی جا سکتا ہے اور نہ بھی کیا جائے تو مضائقہ نہیں ہے۔

یہ نیاز مند اس بات کے سمجھنے سے قاصر ہے کہ آخر اس حدیث سے اس موقف کو کیا تقویت پہنچتی ہے کہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرتد کی سزا قتل نہیں ہے۔ جناب مؤلف نے اس کے لیے جو استدلال فرمایا ہے وہ نہایت ہی دلچسپ ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ "اسے واجب القتل حضورؐ نے اس لیے قرار دیا تھا کہ وہ مسلمانوں کے دشمنوں سے مل کر سیاسی مجرم کی حیثیت میں پیش ہوا تھا محض مرتد نہ تھا۔ اگر محض ارتداد کی پاداش میں حد شرعی کا مستوجب ہوتا تو حضرت عثمانؓ کا اسے پناہ دینا امکان میں نہ تھا۔

یہ امر واقعہ کہ حضرت عثمانؓ نے اسے پناہ دی، زبردست ثبوت اس بات کا ہے کہ اس کو قتل کی سزا محض ارتداد کی وجہ سے نہیں دی گئی تھی بلکہ وہ مستحق سزا محارب مشرکین کے ساتھ شامل ہو جانے اور ان کی حوصلہ افزائی کے باعث تھا۔"

مقام حیرت ہے کہ ایک مرتد کو اسلام کے دشمنوں میں شامل ہو جانے کے بعد جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مستوجب قتل قرار دے دیا تھا حضرت عثمانؓ کا پناہ دینا جناب مؤلف کے نزدیک قابلِ فہم ہے لیکن محض جرم ارتداد کے مجرم کو پناہ دینا ناقابلِ فہم ہے درآنحالیکہ خود جناب مؤلف نے اس کے جرائم کی فہرست میں ارتداد کے علاوہ مشرکین قریش سے ساز باز کرنے، کلامِ الٰہی میں تحریف کرنے اور وحیِ الٰہی کے ساتھ تمسخر کا ذکر فرمایا ہے۔ میرے نزدیک تو یہ منطق ناقابلِ فہم ہے کہ وہ اگر محض مرتد ہوتا تو حضرت عثمان اسے پناہ نہ دیتے۔ لیکن چونکہ اس نے دوسرے سنگین تر جرائم کا ارتکاب کیا تھا اور حضور نے اس کے قتل کا حکم دیا تھا۔ اس لیے حضرت عثمانؓ نے پناہ دی۔ اس عجیب و غریب صورتِ حال کو زبردست ثبوت کتنا عجیب ہے۔ مجھے ہرگز یقین نہیں کہ ایسی اوٹ پٹانگ بات جناب مؤلف کے ذہن کی پیداوار ہو یقیناً یہ مسٹر پرویز جیسے گمراہ ذہن کی تخلیق ہو سکتی ہے۔

مؤلف نے مزید فرمایا ہے کہ اس سلسلہ میں دس بارہ اشخاص اور بھی مستوجب قتل قرار دیے گئے تھے۔ اور وہ سب کے سب ایسے تھے جنہوں نے مسلمانوں پر مظالم ڈھائے اور ان کے خلاف جنگ کی تھی۔ اس لیے انہیں مستوجب قتل قرار دیا گیا تھا۔ آگے فرمایا ہے کہ ان میں سے صرف چار کو قتل کیا گیا اور باقی مجرموں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاف فرما دیا (ص ۳۰)

اس تحقیق کے بعد کاش وہ یہ بھی بتا دیتے کہ جن کو معاف کیا گیا۔ انہیں کس حسن کارکردگی کے صلہ میں معاف فرما دیا اور جو قتل ہوئے ان کا جرم کیا تھا؟ جو ناقابلِ معافی تصور فرمایا گیا۔ میں نہیں سمجھتا کہ مؤلف محقق کو اس کا علم نہ ہو شاید کسی مصلحت سے انہوں نے بیان کرنا مناسب خیال نہیں فرمایا۔ تاہم علامہ شبلی نے ان کی تفصیل بحوالہ زرقانی و ابن ہشام یوں بیان فرمائی ہے۔ (اواخر بیان فتح مکہ)

عام روایت کی رو سے جن دس شخصوں کی سزائے موت کا اعلان کیا گیا تھا ان کا حال یہ ہے کہ وہ شدید مجرم تھے تاہم سات اشخاص خلوص سے ایمان لائے اور ان کو معافی دے دی گئی، صرف چار شخص قتل ہوئے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تین مرد اور ایک عورت۔ عبداللہ بن خطل۔ منقیس بن صبابہ۔ حویرث بن نقید اور ابن خطل کی لونڈی قریبہ۔

اس عبارت سے واضح ہے کہ چار کے سوا تمام کے معاف کرنے کا سبب یہ تھا کہ وہ مسلمان ہو گئے تھے باقی چار کے قتل کا موجب یہ بتایا گیا ہے کہ :

ابن خطل اور ابن صبابہ دونوں خونی مجرم تھے۔ ابن خطل جو اسلام لا چکا تھا اپنے ایک مسلمان خادم کو قتل کر کے مرتد ہو گیا تھا اور حویرث نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیوں کو اونٹ سے گرا دینا چاہا تھا۔ حضرت علی بن ابی طالب نے اسے قتل کرا دیا اور قریبہ ابن خطل کی لونڈی اور مکہ کی ایک مغنیہ تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجو میں گیت گایا کرتی تھی۔

اس بارے میں متعدد روایات ہیں جن کے الفاظ میں اختلاف ہے لیکن جس کے قتل پر سب کا اتفاق ہے۔ صرف ابن خطل تھا۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ابن خطل کے سوا اور کسی کے قتل کا ذکر نہیں ہے۔

(بخاری باب فتح مکہ)

یہ شخص مرتد بھی تھا۔ اور قاتل بھی لیکن حضور نے بعض قاتلوں کو بھی مسلمان ہونے کے بعد معاف فرما دیا تھا اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ ابن خطل کے قتل کا صرف ایک ہی سبب تھا اور وہ اس کا مرتد ہونا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض محدثین نے اس کا ذکر "باب قتل المرتد" میں کیا ہے۔

غرض اس لمبی چوڑی بحث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ محض جرم ارتداد مستوجب قتل ہے۔ اگر ان اشخاص میں سے جنہیں حضور نے فتح مکہ کے روز معاف فرما دیا تھا ایک متنفس بھی ایسا تھا جو امن پسند مرتد کی جدید اصطلاح کے پیش نظر قابل درگزر رہا تو شاید کوئی سبیل تاویل کی ممکن ہوتی۔

مؤلف کتاب نے موت کے سزاوار اشخاص جن میں سے صرف تین ایسے اشخاص کے نام بتلائے ہیں جو مرتد ہو گئے تھے۔ ایک ابن سرح جو مسلمان ہو گئے اور معاف کر دیے گئے۔ دوسرے مقیس بن صبابہ جسے فتح مکہ کے روز عبداللہ بن کلبی نے قتل کر دیا۔ تیسرا ابن خطل جسے حضور کے حکم سے قتل کیا گیا۔

ابن سرح کی بیعت کے باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تامل فرمانا اس امر کی دلیل ہے کہ بعض مرتدین کی توبہ بھی قبول نہیں کی جا سکتی۔ چنانچہ ایسے واقعات احادیث سے ثابت ہیں کہ بعض مرتدین کو استتابہ سے پہلے ہی قتل کر دیا گیا اور قاتلوں سے باز پرس نہیں کی گئی۔ مقیس بن صبابہ مرتد بھی تھا اور قاتل بھی جس کے باعث اسے قتل کیا گیا اور خطل محض ارتداد کی پاداش میں قتل ہوا۔ غرض ان تمام واقعات سے صرف یہی ثابت ہوتا ہے کہ مرتد مستوجب قتل ہے۔

اسی طرح کا واقعہ قبیلہ عکل کے ان اشخاص کا ہے جو متعدد جرائم، ارتداد اور بے رحمانہ قتل کے الزام میں گرفتار

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو کر بارگاہِ نبوت میں حاضر کیے گئے اور انہیں اسی بے رحمی کے ساتھ قتل کا حکم ہوا۔

مؤلفِ کتاب کا ارشاد ہے کہ ان کو محض ارتداد کے جرم میں قتل نہیں کیا گیا بلکہ قتل اور سرقہ کی پاداش میں ایسا ہوا لیکن اس سے یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ مرتد قابلِ تعزیر نہیں ہے بلکہ اگر کچھ ثابت ہوتا ہے تو یہ کہ ان لوگوں کو مرتد ہونے کے بعد ہی ایسے جرائم کے ارتکاب کی جرأت ہوئی۔ اگر مسلمان ہو جاتے تو بعض دوسرے مجرمانِ قتل کی طرح انہیں معاف کر دیا جاتا۔ گویا اصلی سبب ان کے قتل کا مرتد ہو جانا ہی ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی کو جب یمن کی جانب روانہ ہوئے حکم دیا تھا کہ جہاں کہیں بھی مرتد ملے اگر وہ توبہ نہ کرے تو اسے قتل کر دو۔ مؤلف کتاب فرماتے ہیں۔ مولانا محمد حسن سنبھلی نے ہدایہ کے حاشیہ پر اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے (ص۷۹) یعنی اگر یہ ضعیف نہ ہوتی تو وہ اسے صحیح تسلیم فرما لیتے لیکن اہلِ علم کا حوصلہ قابلِ داد ہے کہ اگر وہ ایسی کوئی ضعیف ترین حدیث بھی پیش فرما دیتے جس میں ارتداد کو ناقابلِ سزا جرم قرار دیا گیا ہو تو وہ تسلیم کر لیتے۔ اسی طرح مؤلف نے سنن ابی داؤد کی حدیث نقل فرمائی ہے کہ ایک عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے رہی تھی۔ ایک صحابی نے اسے قتل کر دیا اور حضورؐ نے اس کو قصاص سے بری قرار دیا اور لکھا ہے کہ اس کے سلسلہ رواۃ میں عکرمہ اور شعبی ہیں جنہیں مشتبہ قرار دیا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ حدیث بھی ناقابلِ اعتبار ہے تاہم وہ لکھتے ہیں قتل نہیں ہوئی۔ مطلب یہ کہ اگر کوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے (نعوذ باللہ) گو وہ مرتد نہیں ہے انہوں نے یہ نہیں فرمایا کہ کتاب و سنت میں اشتعال انگیزی کی سزا قتل کہاں آئی ہے اور اگر فی الواقع ملتِ اسلامیہ میں ہر اشتعال انگیزی کے جرم کو قتل کا مستوجب قرار دیا ہے تو شاید ایسی جابر حکومت دنیا میں کوئی نہیں ہے۔

اسی طرح ایک یہودی نے حضورؐ کو السلام علیکم کی بجائے السام علیکم کہا (جو بددعا کے الفاظ ہیں) اصحاب نے اس کے قتل کی اجازت مانگی تو رحمتِ مجسم نے اس سے منع فرمایا۔ مؤلف کتاب کا موقف یہ ہے کہ ایسی اشتعال انگیز حرکتیں بھی قابلِ معافی ہیں تو مرتد کو کیوں واجب التعزیر سمجھا جائے۔ سابقۃ الذکر حدیث میں جو موقف جناب مؤلف نے اختیار فرمایا ہے اس کے متضاد نہیں ہے؟ اشتعال انگیزی اگر موجبِ قتل جرم ہوتا تو اسے کیوں چھوڑ دیا جاتا۔ حدیث اول تو مؤلف ممدوح کے خیال کی خود تردید ہے۔ اس سے قطع نظر کوئی جناب ممدوح کو سمجھائے کہ شریعت کے تمام احکام مسلمانوں پر لاگو ہوتے ہیں۔ وہ تو یہودی تھا۔ اس پر شرعی سزا خلافِ عہد اور خلافِ اسلام تھی۔ ہاں اگر وہ مسلمان ہو کر اس صورت کی طرح ایسی بات کرتا تو یقیناً قتل کر دیا جاتا کیا اتنی سیدھی بات بھی محلِ اشتباہ ہو سکتی ہے۔

قتلِ مرتد کے باب میں اتنے واضح احکام اور اس کے خلاف اس ضعفِ استدلال کے باوجود مؤلفِ کتاب کا ارشاد ہے کہ انہوں نے کوئی حدیث ایسی نہیں دیکھی جسے اس حکم کے مستند حامیوں نے بغیر کسی تذبذب کے تسلیم کر لیا ہو (ص۸۳) اور اس نیاز مند کا دعوے یہ ہے کہ اس باب میں کوئی ایک حدیث بھی ایسی نہیں ہے جس کے مرتد کے واجب القتل ہونے پر کسی بھی حق پسند کو تذبذب لاحق ہوتا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ساری کتاب میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ہے جس سے ارتداد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر سید محمد یوسف کراچی یونیورسٹی

قسط (۳)

استعمار اور تبشیر کے جدید ہتھکنڈے اقتصادی کلاہ، مذہبی اور سیاسی تفریق کے

انسان دوستی اور علم و ادب کی خدمت کی آڑ میں متعدد تحریکیں صیہونیت اور استعمار کی آلہ کار میں

(بسلسلہ مسلمان ریاستوں میں اسلامی قانون سازی کے قابل غور مسائل)

سیاسی آزادی کے باوجود مسلمانوں کی اقتصادی پسماندگی کے باعث عیسائی مبشرین کی ہمت کتنی بڑھ گئی ہے۔ اس کا اندازہ کرنے کے لیے یہ کافی ہے کہ کویت میں پہلی بار ایک بڑا گرجا تعمیر ہو رہا ہے جس کا مینار تمام مساجد کے میناروں سے اونچا ہے۔ اس سے کئی باتیں سامنے آتی ہیں۔ ایک یہ کہ مسلمان سائنس اور ٹیکنالوجی میں ہنوز مغربی قوموں کے غلام ہیں اور قدرتی ذخیرے جو ان کے حصے میں آئے ہیں خود ان سے فائدہ اٹھانے اور انھیں اپنے تصرف میں رکھنے کی اہلیت نہیں رکھتے۔ جب یہ قدرتی ذخیرے مغربی ترقی یافتہ قوموں کے تصرف میں چلے جاتے ہیں تو وہ اپنے مفادات کے تحفظ کی خاطر متعلقہ مسلم ممالک کی حکومتوں کو اپنے زیر اثر رکھتی ہیں، ظاہر میں کچھ بھی وضع ہو، اندر ہی اندر فوجی طاقت اور بین الاقوامی اثر و نفوذ کمزور کو دبائے رکھنے کے کافی ہوتا ہے۔ اہم وہی بات آتی ہے کہ مغربی طاقتیں جو اندرون ملک کلیسا سے بے تعلق اور بیزار رہتی ہیں، بیرون ملک مبشرین کی پشت پناہی کرتی ہیں۔ حد ہو گئی کہ ایک جہاز خاص طور پر تبشیر یا عیسائیت کے پرچار کی غرض سے تیار کیا گیا اور اسے جزیرۂ عرب کے گرد سطح سمندر سے کارروائی کرنے کے لیے بھیجا گیا۔ خدا نے شاہ فیصل کو یہ توفیق دی کہ انھوں نے بروقت اس کا سدباب کیا۔

آسٹریلیا کے ایک نوجوان ڈینس واکر نومسلم ہیں۔ عربی سیکھی ہے، ملبورن یونیورسٹی میں اسلامیات کے اسکالر ہیں۔ زلف بنگال کے اسیر ہیں۔ بیوی اس خطہ سے تعلق رکھتی ہے جو کبھی مشرقی پاکستان کہلاتا تھا۔ انھوں نے بنگلہ دیش میں عیسائی مشنریوں کی اسلام دشمن کارروائیوں پر مقالہ پڑھا۔ انھوں نے بتایا کہ اس بارے میں حکومت پاکستان یا تو غافل رہی یا وہ بے بس تھی۔ جب سارے غیر ملکی اخباری نمائندے ملک سے نکال دیے گئے اس وقت بھی یہ عیسائی مشنری معمولی پاسپورٹ پر بلا روک ٹوک آتے جاتے رہے۔ حکومت کی طرف سے ان پر کوئی نگرانی نہ تھی اور پاکستان کے ٹکڑے کرنا ان کا مقدس فریضہ تھا جس کے لیے انھوں نے کوئی کوشش، کوئی مکر و حیلہ اٹھا نہیں رکھا۔ یہ کوئی اتفاقی بات نہیں، وہ شروع ہی سے اسی مقصد کے لیے کام کر رہے تھے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس شام ڈینس واکر نے مقالہ پڑھا اسی روز صبح حکومت الجزائر کی طرف سے بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کا اعلان ہوا تھا۔ ڈینس واکر نے اس فیصلہ کا خیر مقدم کیا اور کہا کہ مسلم ممالک کی بے تعلقی بنگلہ دیش کے مسلمانوں کو یتیم بنا کر تبشیر اور دوسرے اسلام دشمن اثرات کے رحم و کرم پر چھوڑ دے گی۔ لیکن یہ بات اہمیت سے خالی نہیں کہ گو مقالہ نگار نے مقالے سے ہٹ کر الجزائر کے فیصلہ کی تائید میں پورا زور لگایا لیکن مندوبین میں سے تقریباً سبھی نے اس پر تبصرہ کرنے سے احتراز کیا۔

یہ موضوع ایسا تھا کہ پاکستان کے عروج و زوال اور اس کے اس باب پر تبصرہ کا دروازہ کھل گیا۔ ایک مصری کرم فرما کو یاد آیا کہ عرب لیگ کے ایک معزز عہدیدار نے قائد اعظم کو خبردار کیا تھا کہ پاکستان کی بنیاد کمزور ہے۔ مشرق کا سر مغرب سے ملانا آسمان زمین کے قلابے ملانے سے کم نہیں۔ انھوں نے مشورہ دیا تھا کہ پاکستان پر اصرار کرنے سے پہلے قائد اعظم ایک مرتبہ اور غور کر لیں۔ ازہر کے علماء نے بڑے اخلاص اور دلسوزی سے پاکستان کے سانحہ کو سارے عالم اسلام کا سانحہ قرار دیا۔ لیکن اس کی ذمہ داری تمام تر پاکستان کی حکومت، انتظامیہ اور فوجی قیادت پر ڈالی۔ حکام کے بدکردار، شراب نوشی، رقص، فسق و فجور کا کھلے الفاظ میں ذکر کیا۔ استاذ محمد عبد اللہ عنان بلند پایہ مورخ ہیں، گفتگو میں دقار، افکار سلجھے ہوئے۔ بات دو ٹوک کرتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ اپنے گناہوں اپنی تقصیروں سے کسے انکار، لیکن یہ تاریخی حقیقت بھی تو واشگاف ہے کہ روس اور ہندوستان (ہندو قوم اور ہندوستان کی حکومت) اسلام کے ازلی دشمن ہیں، انھوں نے مکر و حیلہ سے، سیاسی چالبازی سے ایسے حالات پیدا کیے جن سے اپنے ناپاک عزائم کی تکمیل میں فائدہ اٹھا سکیں، پھر ان دونوں نے فوجی گٹھ جوڑ کیا اور ننگی طاقت اور کھلی جارحیت کے ذریعہ ایک مسلم مملکت کے دو ٹکڑے کر کے اسے ادھمرا کر دیا۔ جو کچھ ہوا وہ محض پیش خیمہ ہے اور بہت سے واقعات کا جو ہنوز پردۂ ایام میں ہیں۔ کانفرنس ہال سے ہم سیدھے رات آٹھ بجے ہوٹل پہنچے، لاؤنج میں داخل ہوتے ہی کیا دیکھتے اور سنتے ہیں کہ ٹیلی ویژن پر افغانستان کے انقلاب کی خبریں آرہی ہیں۔ سب ساتھیوں نے سوالیہ نظروں سے میری طرف دیکھا، میں نے جواباً انگلی سے استاذ محمد عبد اللہ عنان کی طرف اشارہ کیا۔ اس کے بعد میں پاکستان کے نام سے کترا تا تھا اور دوسروں نے بھی نہ جانے کیوں پاکستان کا ذکر چھوڑ دیا۔

استاذ محمد عبد اللہ عنان کی ایک اور بات یاد آتی ہے۔ بے تکلفانہ نجی محفل تھی، خلیج فارس کا ذکر آیا، ایک صاحب بولے "خلیج عربی" (جمال عبد الناصر سمجھتے تھے کہ نام بدل کر وہ عرب قومیت کی جنگ جیت لیں گے) اور ایران کے ڈاکٹر شہیدی سے داد کے طالب ہوئے۔ انھوں نے کہا۔ قدیم عرب جغرافیہ نویس اور مورخ کیا کہتے ہیں؟ محمد عبد اللہ عنان بولے: "خلیج فارس" اور "بحر عرب"۔ عربی اور عجمی سب نے کہا: "بالکل صحیح"

۲۸

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تبشیر اور استعمار کے ذیل میں ان فرقوں کا بھی ذکر آیا جو دورِ جدید میں مسلمانوں میں پیدا ہوئے اور جنہیں استعماری طاقتوں کی سرپرستی حاصل ہوئی۔ استعماری طاقتوں نے ایک طرف تو عیسائیت کے پرچار کے ذریعہ اسلام پر باہر سے حملہ کیا، دوسری طرف مسلمانوں کو اندر سے کمزور کرنے کے لیے نئے نئے فرقوں کی سرپرستی کرکے اسلام کو گندا کیا اور مسلمانوں کی یک جہتی ختم کی۔ اس کی سب سے نمایاں مثال بہائیت ہے۔ چنانچہ ایران کی تاریخ بتاتی ہے کہ دین میں تحریف ہونے کے ساتھ ساتھ یہ فرقہ ایران کی سلامتی کے لیے ایک سیاسی خطرہ ثابت ہوا۔ اور اس کا تعلق بین الاقوامی فتنہ پردازوں سے رہا۔ آج بھی ایران کی حکومت اس فرقہ کو اسی نظر سے دیکھتی ہے۔ بہائیت کے بعد دوسرا نام قادیانیت کا آیا۔ ایک نہیں متعدد مندوبین نے تفصیلی معلومات کے ساتھ اور بڑے جذباتی انداز میں بہائیت اور قادیانیت کو ایک ہی خانہ میں رکھا اور کہا کہ قادیانیت پاکستان (باقی ماندہ پاکستان) کے لیے ویسا ہی خطرہ ہے جیسا بہائیت ایران کے لیے۔ میرے لیے یہ چیز خاصی تعجب انگیز تھی اس لیے کہ آٹھ نو برس پہلے کا میرا تجربہ یہ تھا کہ عربوں کو قادیانیت سے نہ دلچسپی تھی نہ اس کی بابت معلومات۔ جب میں نے سراغ لگایا تو اندازہ ہوا کہ یہ سب مولانا ابوالحسن علی ندوی کی تحریروں اور تقریروں کا اثر ہے۔

جو حکومتیں بین الاقوامی تعلقات میں اب پیشہ ور فارن سروس پر تکیہ کرتی ہیں ان کے لیے اس میں ایک سبق ہے۔ فارن سروس نہ تو دوسرے ملکوں کی زبان جانتی ہے، نہ ان کی تاریخ سے واقفیت رکھتی ہے، نہ ان کے حال سے باخبر ہوتی ہے۔ ایک مندوب ضابطہ کے مطابق انگریزی زبان میں دوسرے ملکوں کی وزارتِ خارجیہ سے تعلق رکھتی ہے اور بس۔ یہ کام علماء کا ہے کہ وہ دوسرے ممالک کے علماء اور عوام سے رابطہ قائم رکھیں۔ وہ حکومتیں جنہیں اپنے ملک کا مفاد عزیز ہوتا ہے وہ علماء کو نظر انداز کرنے کے بجائے ان کے مشورے سے فائدہ اٹھاتی ہیں۔ خدا کرے ہماری حکومت قادیانیت کے بارے میں عرب علماء اور عوام کے بڑھتے ہوئے جذبات سے باخبر ہو۔ حقائق کا علم ہر شعبۂ زندگی میں مفید ہوتا ہے۔ آٹھ نو سال پہلے سر محمد ظفر اللہ کی ان خدمات کا ذکر ہوتا تھا جو انھوں نے اقوام متحدہ میں عربوں کی حمایت کے لیے انجام دی تھیں، آج اس کے ساتھ ساتھ قادیانیت پر بھی تبصرہ ہوتا ہے۔ حکومتیں ڈپلوماسی زبان بندی اور احتیاط پر عمل پیرا ہوتی ہیں۔ اس سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے۔

جات آگے بڑھی اور ان تحریکات تک جا پہنچی جن سے انسان دوستی کا پردہ چاک ہو چکا ہے اور تخریب کاری عیاں ہو چکی ہے۔ ان میں سرِ فہرست ماسونیت (MASONRY) تحریک اور اس کے بعد روٹری کلب، لائنز کلب اور بعض نام نہاد علمی اور ادبی تحریکیں سب شامل تھیں۔ پاکستان میں کم لوگ جانتے ہیں کہ چند سال پہلے عرب ادیبوں نے فرینکلن فاؤنڈیشن کے خلاف شور اٹھایا تھا کہ امریکی بخشش کے سہارے جینے کا عادی بنانے اور عرب ضمیر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو مردہ کرنے کی ایک سازش ہے۔ یہ ادارہ جو ترجمے کراتا ہے اس میں سے کچھ پروپیگنڈے کے کام آتے ہیں۔ باقی ردی میں جاتے ہیں اور کوئی انہیں مفت بھی نہیں لیتا۔ اس سب سے صرف اتنا مقصد حاصل ہوتا ہے کہ ادیب امریکہ کے نمک خوار بن جاتے ہیں اور ان کی تخلیقی صلاحیتیں ٹھٹھر کر رہ جاتی ہیں۔ اسی طرح کچھ اور علمی ادبی تحریکیں ہیں جو فکرِ استعمار کو فکرِ نو سمجھتی ہیں اور باہر سے آنے والی وحی اور بسا اوقات "حقِ خدمت" کی منتظر رہتی ہیں۔

خیر! الجزائر کے اجتماع میں علمی ادبی تحریکوں کا محض ضمنی طور پر ذکر ہوا، اصل موضوع ماسونیت، روٹری کلب، لائنز کلب تھا۔ تمام مندوبین کی متفقہ رائے تھی کہ مسلم حکومتوں کو اس سلسلے میں تاخیر نہیں کرنا چاہیے۔ اور ان سب تحریکوں کے خلاف سخت اقدام کرنا چاہیے۔ میں نے جب اپنی تقریر کے دوران بتایا کہ حکومت پاکستان نے ماسونی (MASONRY) تحریک پر پابندی لگا دی ہے، اسے خلافِ قانون قرار دے دیا ہے اور اس کی تمام املاک ضبط کرنے کا حکم صادر کر دیا ہے تو سارا ہال تالیوں سے گونج اٹھا، پیچھے بیٹھے ہوئے نوجوان طالبعلموں نے تحسین و آفرین کے نعرے بھی بلند کیے۔ تقریر کے بعد مندوبین نے دلی مسرت کا اظہار کیا، ساتھ ہی ساتھ افسوس بھی کیا کہ اس قسم کی خبریں ان تک پہنچنے کا کوئی ذریعہ نہیں۔ جن کا کام ہے کہ خبریں پہنچائیں وہ بھی نہیں پہنچاتے۔ بعض کا مشورہ تھا کہ جب حکومتِ پاکستان نے یہ اقدام کیا ہے تو اس کے سامنے ضرور اس تحریک سے متعلق ٹھوس حقائق ہوں گے۔ حکومت پاکستان کیوں ان حقائق سے دوسرے ممالک کو آگاہ نہیں کرتی؟ یہ کام خالص ڈپلوماسی طریقوں سے ہی انجام پا سکتا ہے۔ بعض مندوبین کا اصرار تھا کہ اتنا کافی نہیں، جو لوگ اس تحریک سے وابستہ رہے ہیں انہیں کیفرِ کردار تک پہنچانا چاہیے۔ خلافتِ عثمانیہ کے زوال میں ماسونیت کا جو حصہ ہے اور عالمی صیہونیت سے اس کا جو رشتہ ہے اس کے پیشِ نظر اس تحریک کے ساتھ وابستگی کو دین و وطن کے غداری کے مترادف قرار دیا جانا چاہیے۔ اس پر سب کا اتفاق تھا کہ اتنی آنکھیں کھل جانے کے بعد روٹری اور لائنز کے ساتھ نرمی برتنا حماقت ہے، بلکہ اندیشہ ہے کہ جو لوگ بغیر سزا پائے ماسونیت سے نکلیں گے وہ روٹری اور لائنز میں پناہ لیں گے اور ان کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنائیں گے۔

"تبشیر و استعمار کی بحث شاخ در شاخ پھیلتی چلی گئی۔ بہت سے پہلو اجاگر ہوئے جو عام نظروں سے پوشیدہ رہتے ہیں اور جن کا صحیح اندازہ صرف علماء ہی کر سکتے ہیں۔ لیکن آخر میں جب پیشہ ور اسلامی مبلغین شریک ہوئے تو یکایک بحث کا معیار گرا اور محض سطحی اور جذباتی ہو گیا۔ ایسا معلوم ہونے لگا کہ مناظرہ ہو رہا ہے۔ اور عیسائی پادریوں کو ان کی عدم موجودگی میں شکست پر شکست دے کر پسپا کیا جا رہا ہے۔ میں نے توجہ دلائی کہ مناظروں کا زمانہ کب کا لد چکا۔ اب تبشیر نے بالخصوص اسلامی ممالک کی نام نہاد سیاسی آزادی کے بعد سے اپنی تکنیک یکسر بدل دی ہے۔ اب مبشرین "اقناع" یعنی دلیل اور حجت سے قلب کو مطمئن کرنے کے بجائے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اغراء" کا طریقہ اختیار کیے ہوتے ہیں۔ اغراء یہ ہے کہ وہ مسلم عوام کے فقر و افلاس سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں اور مادی منافع اور دنیاوی جاہ و عزت کا لالچ دے کر انہیں عیسائی بناتے ہیں۔ مسلم ممالک کو مغربی قوموں سے جو مختلف قسم کی امداد ملتی ہے اور ناگہانی آفات ارضی و سماوی، طوفان و سیلاب میں ان کی طرف سے انسانی ہمدردی کے نام پر جو کام کیے جاتے ہیں، ان سب میں سیاسی مقاصد تو پنہاں ہوتے ہی ہیں۔ تبشیری ادارے بھی کسی نہ کسی شکل میں حصہ لگاتے ہیں اور اپنے مقاصد کو فروغ دیتے ہیں۔ پاکستان میں گزشتہ بیس پچیس سال کے عرصہ میں عیسائیت کو جو غیر معمولی فروغ ہوا ہے وہ اسی طریقے سے ہوا ہے۔ مناظرہ ایک بھی نہیں ہوا۔

اور اغراء کا عمل شہر کے نچلے طبقوں میں اور گاؤں گاؤں مصیبت زدہ لوگوں میں ہوتا رہا جس کے نتائج آج آنکھوں کے سامنے ہیں (کراچی میں جب خاکروب اسٹرائک کرتے ہیں تو اس کے پیچھے پیران کلیسا کا ہاتھ ہوتا ہے) کبھی کبھی جب عیسائی مشنریوں کی کارروائیاں سیاسی رنگ اختیار کر لیتی ہیں تو ہندوستان کی حکومت بھی ان کے خلاف اقدام کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔ مسلمانوں نے بھی عیسائیوں کی دیکھا دیکھی اور بالکل کلیسا کے نمونہ پر پیشہ ور اسلامی مبلغین کی ایک جماعت تیار کی ہے جسے جائز اور ناجائز طریقوں سے دولت اکٹھا کرنے والے سیٹھ مال فراہم کرتے ہیں۔ یہ اسلامی مبلغین اپنے گھر کو بلا مزاحمت عیسائی مشنریوں کے حوالہ کر کے افریقہ جیسے دور دراز ممالک کے دورے کرتے ہیں، نہ تو عیسائی مشنریوں کی طرح مقامی زبانیں سیکھتے ہیں، نہ جنگلی غیر متمدن علاقوں میں رہنے کے لیے اپنی عمر وقف کرتے ہیں۔ بس چند دن میں دین اور دنیا کی بھلائی کما کر واپس آ جاتے ہیں۔ اس عمل کی اپنی جگہ جو بھی وقعت ہو، کیا اسلام کی خدمت میں اس کو اولیت اور اہمیت حاصل نہیں کہ اسلامی معاشرہ سے فقر و افلاس، جہل و مرض کا خاتمہ کیا جائے جس سے مشنریوں کو "اغراء" کا موقع ملتا ہے؟ یہ بھی صحیح ہے کہ دینی حمیت اور قومی غیرت کا تقاضا یہ ہے کہ مسلم حکومتیں عیسائی مشنریوں کو "اغراء" کے سراسر غیر اخلاقی عمل سے روکنے کے لیے سختی سے سخت اقدام کریں۔ لیکن آخر ایسا کیوں ہے کہ اسلامی معاشرہ "کاد الفقر ان یکون کفرا" (فقر اور کفر میں بہت تھوڑا فرق ہوتا ہے) کی تفسیر بنا ہوا ہے۔ کیا یہ بھی تقدیر کا لکھا ہے جو بدل نہیں سکتا۔

استاذ عثمان الکعاک نے بھی اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ پہلے درجہ میں اسلامی معاشرہ کو صحیح اسلامی بنیادوں پر استوار کیا جائے اور مسلمانوں میں صحیح اسلامی تعلیم رائج کی جائے، جب ایسا ہوگا تو اسلام آپ اپنا اعلان و اشتہار ہوگا، اسے کسی پروپیگنڈے کی ضرورت نہ ہوگی اور اس کی خوشبو خود بخود پھیلے گی۔ اس کے بعد ہی دوسرے درجہ میں تبلیغ مؤثر و فعال ہوگی اور آسان بھی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اقتصادی بدحالی سے دین اسلام کو بڑے پیمانہ پر مستقبل قریب میں کیا خطرہ لاحق ہے۔ اس کی نمایاں مثال انڈونیشیا ہے۔ سارے اجتماع میں اس کا بڑا چرچا رہا اور گہری تشویش کا اظہار کیا گیا کہ عیسائی تبشیری اداروں نے مل کر دس سے بیس سال کے عرصہ میں انڈونیشیا کو عیسائی بنانے کا ایک زبردست جامع منصوبہ تیار کیا ہے۔ یہ "اندیشہ ہائے دور دراز" نہیں بلکہ ایک ٹھوس حقیقت ہے جو ضبط تحریر میں آچکی ہے اور جس پر انڈونیشیا کی موجودہ حکومت کی مجبوریوں اور کمزوریوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے عمل بھی شروع ہو گیا ہے استاد علال فاسی نے تاریخی پس منظر کے ساتھ صورت احوال کی عالمانہ تحلیل کی اور تفصیل کے ساتھ پورے وثوق سے لکھا:

پہلی عالمی جنگ سے قبل ہی ہالینڈ نے انڈونیشیا کے باشندوں کو بالکل الگ تھلگ کر دیا اور عالم اسلامی سے ان کا تعلق منقطع کر دیا حتیٰ کہ اسلامی لٹریچر بھی ان تک پہنچنا دشوار کر دیا۔ اس طرح استعمار نے عیسائیت کے حملہ کی راہ ہموار کی۔ طویل جہاد کے بعد انڈونیشیا آزاد ہوا۔ جمہور نے اکثریت کے ساتھ مسجومی پارٹی کو چنا، جو اسلامی وطنی بنیاد پر قائم تھی اور جس کے صدر محمد ناصر تھے۔ فوراً ہی ہندوستان اور ہالینڈ نے سوکارنو کو آگے بڑھایا اور ان کی زبردست مالی امداد کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دوسرے انتخابات میں اکثریت حزب وطنی کو حاصل ہوئی جس کے صدر ختا ہیں۔ گو ختا اپنی ذات سے نیک دل مسلمان ہیں لیکن سوکارنو کے طرز عمل نے مخلص مسلمانوں اور اشتراکیوں کو بغاوت پر مجبور کر دیا۔ اور وہ ان مسلمانوں سے جا ملے جو پہاڑوں میں اپنا مرکز قائم کیے ہوئے اسلامی حکومت کا مطالبہ کر رہے تھے۔ مسجومی پارٹی سے نمٹنے کے لیے سوکارنو نے عوامی چین کی حکومت سے ایک معاہدہ کیا۔ جس کی رو سے کئی ملین انڈونیشیا میں بسنے والے چینیوں کو انڈونیشی جنسیت (نیشنلٹی) سے نوازا گیا اس سے انڈونیشی کمیونسٹ پارٹی کو اتنی تقویت ہوئی کہ وہ ملک کی تیسری پارٹی شمار ہونے لگی۔ سوکارنو نے ادھر کمیونسٹوں سے سازباز کی، ادھر جمعیۃ العلماء کے نام سے ایک اسلامی جماعت قائم کی۔ اس طرح یہ تین جماعتیں حکومت کی مالک بن بیٹھیں اور انھوں نے حزب اشتراکی اور دیگر جماعتوں کو کالعدم کر دیا اور حفظ امن کے بہانے اسلامی جماعتوں اور اداروں کا گلا گھونٹ دیا۔

بالآخر اسلامی حمیت رکھنے والے طلبہ سوکارنو اور ان کے حلیف کمیونسٹوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس کے بعد چاہیے تو یہ تھا کہ جمہور کو ایک مرتبہ پھر نئی حکومت منتخب کرنے کا حق دیا جاتا، لیکن ہوا یہ کہ چونکہ فوجی جنرل طلبہ کی بغاوت میں شامل تھے اور اس وقت سوہارتو کو طلبہ کا اعتماد حاصل تھا اس لیے وہ بآسانی صدارت پر قابض ہو گئے۔ انھوں نے ملک میں ایسی حکومت بنائی جو دائیں بازو کی ہے نہ بائیں بازو کی۔ البتہ اس پر امریکہ اور مغربی طاقتوں کی دخل اندازی کا خوف چھایا ہوا ہے۔ اس کے نتیجہ میں اس نے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آزادیٔ عقیدہ کے نام پر عیسائی مشنریوں کو ہر قسم کی چھوٹ دے رکھی ہے۔ یہ کہنا صحیح ہے کہ آج انڈونیشیا پر عیسائیت کا حملہ کہیں زیادہ قوی اور شدید ہے بہ نسبت اس کے جو ہالینڈ کی حکومت کے دور میں تھا۔ مندرجہ ذیل تفاصیل قابل لحاظ ہیں۔

ویٹیکان (پاپائے روم) نے ایک کارڈینال اور ۱۲ پادری اس عیسائیت کے حملہ کی نگرانی کے لیے تعینات کیے ہیں۔ کیتھولک کلیسا نے حال ہی میں اپنے حملہ کا آغاز ان علاقوں میں کیا ہے جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ اس حملہ میں مغربی ممالک کے فراہم کیے ہوئے زبردست مادی اور مالی وسائل سے کام لیا جا رہا ہے۔ پروٹسٹنٹ فرقہ نے الگ اپنا ایک جامع ۲۰،۱۰ سالہ منصوبہ بنایا ہے جسے ایک کتاب کی شکل میں شائع بھی کر دیا ہے۔ کتاب کا عنوان ہے "ہمارا آج کا فرض انڈونیشیا میں"۔ اس منصوبہ کی تیاری میں علمی تجربات، مسلمانوں سے متعلق دینی و اجتماعی معلومات، نیز سائنس کی ایجادات سے کام لیا گیا ہے۔ اس منصوبہ کے مطابق جا بجا کلیسا، مدرسوں اور ہسپتالوں کی تعمیر کا سلسلہ جاری ہے۔ ہمت یہاں تک بڑھ گئی ہے کہ عیسائیت کا پرچار کرنے والے مردوں کی عدم موجودگی میں مسلمانوں کے گھروں میں جا کر عورتوں کو ہر طرح کا لالچ دیتے ہیں اور اپنے دام میں گرفتار کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

استاذ مصطفےٰ الزرقاء نے اپنا تجربہ بیان کیا کہ شام اور آس پاس کے عرب ممالک میں عیسائیت کا پرچار کرنے والوں نے مقامی حالات کے پیش نظر یہ کیا ہے کہ بعض دلچسپ عام موضوعات پر (مثلاً مہمانوں کے استقبال کے آداب، قواعد صحت، گھر کی آرائش) خوبصورت چھوٹی چھوٹی کتابیں شائع کی ہیں جو بظاہر بے ضرر معلوم ہوتی ہیں لیکن ان میں اول آخر کہیں نہ کہیں عیسائیت کا پرچار ہوتا ہے۔ کلیسا کے لوگ وقت بے وقت گھر گھر جا کر یہ کتابیں فروخت کرتے ہیں اور اچھی خاصی قیمت وصول کرتے ہیں، گویا مسلمانوں سے پیسے لے کر انہیں عیسائیت کی تبلیغ کرتے ہیں۔

ہاں! تو انڈونیشیا کی بابت یہ ہے کہ وہاں تبشیری ادارے کسی بھی بڑی سے بڑی مہم کے لیے تیار ہیں، قانون کی خلاف ورزی کرتے ہیں اور داخلی معاملات میں دخل دیتے ہیں، آریاٹا میں جب حق خود اختیاری کے ذیل میں رائے شماری ہو رہی تھی تو انہی کلیسا والوں نے انڈونیشی حکومت کے خلاف بغاوت کی سازش کی جو پکڑی گئی۔

استاذ علال فاسی آگے چل کر لکھتے ہیں: یہ بھی یاد ہو گا کہ سوکارنو کے عہد میں جب کمیونسٹوں کا زور تھا تو انڈونیشیا اقتصادی طور پر دیوالیہ ہو گیا تھا۔ یہ ایک معجزہ سے کم نہیں کہ انڈونیشیا نے اپنے آپ کو کمیونسٹوں کے چنگل سے چھڑا لیا۔ لیکن آپ جانتے ہیں کہ امریکہ نے کیا کیا؟ وہی امریکہ جس نے ویت نام میں کمیونزم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو لپیٹ کرنے کے لیے کیا کچھ نہیں کیا۔ اس نے اور دیگر مغربی طاقتوں نے انڈونیشیا سے ناک چنے چبوائے، اسے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا۔ تب جا کر قرضوں کی ادائیگی میں مہلت دی اور ناکافی بعد از وقت اقتصادی امداد دی۔ اہم بات یہ ہے کہ اس اقتصادی امداد میں تبشیری اداروں کو باقاعدہ شریک کیا گیا۔ اس اقتصادی امداد کے ذیل میں بہت سے پروگرام ایسے ہیں جن کی نگرانی براہ راست مبشرین کو سونپی گئی ہے۔ مثلاً بون کی حکومت نے جو اٹھارہ ملین مارک کی رقم دی ہے وہ مبشرین کے تصرف میں ہے۔

انڈونیشیا کے وہ علاقے جہاں کے باشندے ہر دین سے ناآشنا ہیں۔ مثلاً کالیمانتان کے دایاک قبائل وہاں کلیسا کے لوگ "اغراض" یعنی مادی فوائد کا لالچ پیش از پیش لیے ہوئے پوری طرح چھائے ہوئے ہیں۔ کالیمانتان کے علاقہ میں حمل و نقل نہروں کے ذریعہ ہوتا ہے جس میں خاصی دشواری ہوتی ہے اور بہت وقت لگتا ہے۔ کلیسا کے کارندے چھوٹے ہوائی جہازوں کے مالک ہیں اور ہر قسم کی مشینیں اور آلات رکھتے ہیں۔ جولائی ۱۹۷۲ء میں جاکارتا کے اخباروں نے یہ خبر شائع کی تھی کہ کیتھولک مشن نے انڈونیشی حکومت کے ساتھ ایک معاہدہ کیا ہے جس کی رُو سے کیتھولک مشن کو یہ حق ہوگا کہ غذائی مواد اور دوائیں ڈیوٹی سے مستثنیٰ درآمد کرے اور کالیمانتان کے علاقہ میں پہنچائے۔ ریچیساہ منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے میں بھی کلیسا نے اپنے تعاون کی پیش کش کی ہے۔

جب کبھی مسلمانوں کے جذبات مشتعل ہو جاتے ہیں اور وہ اسلام کے دفاع کا حق استعمال کرتے ہیں تو تبشیری ادارے ساری دنیا میں شور مچاتے ہیں کہ مذہبی رواداری نہیں اور آزادیٔ ضمیر اور انسانی حقوق کا خون ہو رہا ہے۔ یہ آزادیٔ ضمیر کا نعرہ وہی لگاتے ہیں جو بڑی ڈھٹائی اور بے شرمی سے انسانی ضمیر خریدتے پھرتے ہیں۔ لیکن انڈونیشی حکومت اس پروپیگنڈے سے ڈرتی ہے۔ اور یہی اصل کمزوری ہے۔ انڈونیشیا اس شد و مد سے موضوع بحث بنا رہا اور انڈونیشیا کے نمائندے مہر بلب بیٹھے رہے۔ (باقی آئندہ)

عازمینِ حج کے لیے حج ڈائری

جن خوش نصیب حضرات کو سفرِ حج کی اجازت مل گئی ہے۔ وہ مندرجہ ذیل پتہ سے حج ڈائری بلاقیمت حاصل کر سکتے ہیں یا دس پیسے کا ڈاک ٹکٹ بھیج کر طلب فرمائیں۔ اس میں عربی بول چال، ضروری معلومات اور طواف کی دعائیں موجود ہیں ان شاء اللہ وہ اسے بہت مفید پائیں گے۔

سیکرٹری مسلم اکادمی نذر منزل ۱۸/۲۹ محمد نگر لاہور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام — ایک نو مسلم فرانسیسی پادری کی نظر میں

محمد امین سابق عمانوایل مہنگا پادری

۱۔ میرے قدیم آبائی مذہب کے متعلق میرے شکوک اور اس مذہب کے بے دلیل عقاید نے مجھے مذہب سے بیزار کر کے دینی حدود میں دھکیل دیا تھا لیکن اسلام کی حقائق آفریں تعلیمات کی روشنی مجھے لادینی سے سلامتی کی راہ پر لے آئی ہے۔ میں قلب کے ساتھ خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اسی نے مجھے ظلمت سے نور کی طرف کھینچا اور بہیمانہ زندگی سے نکل کر حیات انسانی کی آغوش میں پہنچ گیا۔

۲۔ شومیٔ قسمت انگلستان نہایت ہی تنگ ظرف و متعصب واقع ہوا ہے۔ اس میں فلسفہ کا فقدان ہے۔ اس لیے اس کے بالمقابل دین ہے اسلام سچا مذہب ہے جس میں روحانیت و صداقت، علم و عرفان کوٹ کوٹ کر بھرا ہے۔

۳۔ بائبل کے ماننے والے آج اندھیرے میں ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں کیونکہ بائبل کی صحت تو مشکوک ہو گئی ہے اور وہ اس قابل نہیں رہی کہ طلب حق و صداقت کے لیے اس کی ورق گردانی کی جائے۔ اب طالب حق کی تشفی اسلام میں ہی ہو سکتی ہے۔

۴۔ میں نے بہت سے مختلف مذاہب کا مطالعہ کیا لیکن اسلام کی تعلیم میرے دل پر دوسرے مذہب سے بڑھ کر اثر کرتی ہے۔ کیونکہ اس نے سکھایا کہ کوئی شخص اس کبریائی کا مالک نہیں جو ہمارے خالق حقیقی خداوند تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے حالانکہ دوسرے مذاہب میں ایسے دیوتا اور اولیا موجود ہیں جن کی وہ پرستش کرتے ہیں اور ان سے حاجات طلب کرتے ہیں۔ بائبل کو مسیحی کلیسائے روم سے مطابقت دینے کے لیے اس قدر محرّف و متبدل بنایا گیا ہے کہ اس کی صداقت پر یقین کرنا مشکل ہے۔

۵۔ یہ مسئلہ حل طلب ہے کہ رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ مذہب کے اکابر علما، اور ان کی دیگر جماعتیں کیوں اسلام کے متعلق غلط بیانیاں پھیلا کر اسے مجموعۂ توہمات قرار دے رہی ہیں۔ جبکہ وہ سب کے سب خود بھی غلط بندشوں، رواجات و رسومات کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں جن سے بیسویں صدی سے کہیں بڑھ کر گزشتہ تین ہزار سال کے صنم پرست مصر کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ میں خوش ہوں کہ مجھے ان باطلیات سے بدرجہا بہتر و معقول چیزیں مل گئی ہے۔

۶۔ اسلام خالق و مخلوق کے درمیان رشتۂ امن و اتحاد قائم کرتا ہے۔ اسلام میں ربانی احکام پر بندگان خدا سے نیک سلوک کرنا ایک افضل ترین نصب العین ہے۔ اسلام عقل، فہم، ادراک اور دل و دماغ کو اپیل کرتا ہے۔

۷۔ اسلام کے تصور میں اتنی وسعت ہے جتنی کہ بذات خود انسانیت میں اور یہ کفارہ یا شفاعت اور نجات ایسے عقاید سے جو مسیحی مذہب کی بنیاد ہیں، پاک و مبرا ہے۔ میں نے بہت سے اسلامی لٹریچر کا مطالعہ کیا — اور اسے اپنے رفقاء اور احباء کو دیتا رہا تاکہ وہ اس حق و صداقت کو اپنا سکیں جو بڑی دیر سے ان سے پوشیدہ تھا۔

۸۔ میں نے اسلام جیسا اور کوئی دوسرا جمہوری مذہب نہیں پایا جو مکمل، اکمل، اور حوصلہ افزا ہو اور نہ اسلام کے سوا اور کوئی ایسا راستہ نظر آتا ہے جو اطمینانِ قلب اور تسکینِ حیات کا باعث ہو اور اس کے ساتھ ساتھ حیات اخروی کے لیے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مواعظ حسنہ کا حامل ہو۔

۹: میں نے بڑی کاوش اور جستجو سے اسلام کا مطالعہ کیا۔ اس کی تعلیمات کا دوسرے مذاہب کی تعلیمات سے مقابلہ کیا اور انجام کار اس نتیجہ پر پہنچا کہ صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی دین ہے جو الہیات کا مظہر ہے جو اہل علم و دانش طبقۃ الناس کے روحانی جذبات کو تسکین دیتا ہے۔

۱۰۔ اسلام میں ہمیں شفاعت کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ہمارا خدا رحمٰن و رحیم ہے۔ ہم پیدائشی گناہگار نہیں بلکہ اس دنیا میں سفید و شفاف برف کی طرح پاک و مزکّیٰ روح لے کر آئے ہیں۔ ہمیں خدا کی بادشاہت میں داخل ہونے کے مواقع حاصل ہیں۔ مگر مسیحی عقاید کی رو سے ہم اس وقت تک خدائی بادشاہت میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک بپتسمہ نہ لیں۔

۱۱۔ مسیحی تعلیمات بہت ہی تحکمانہ اور ادعائی ہیں۔ آپ کتنی ہی معزز و مشرف زندگی بسر کریں لیکن اگر آپ کو اطمینان قلب اور روح کا چین و قرار میسر نہیں ہے تو یہ زندگی بیکار محض ہے۔ اسلام کی سادگی حسن نے ہمیں اس دآشتی سے ہمکنار کیا ہے اور ہم کامل طور پر خوشی و مسرت کی مطمئن زندگی بسر کر رہے ہیں۔

۱۲۔ اسلامی لٹریچر اور قرآن کریم کے مطالعہ کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ مسلمان ہو کر دنیا کی بہترین نعمت سے متمتع ہوتا ہے۔ دین اسلام عالمگیر وسعت رکھتا ہے۔ ابدی اور ازلی۔ مطہر و مزکّیٰ اور الہامی ہے۔ ورنہ ہرگز ہرگز پھل پھول نہیں سکتا تھا۔

۱۳۔ بدی سے اجتناب اور نیکی کی افزائش اور اس کی نشر و اشاعت کا نام اسلام ہے۔ ہم سب اس حقیقت کے شاہد ہیں۔

۱۴۔ اسلام اور دیگر مذاہب میں یہ فرق ہے کہ دوسرے مذاہب تو کہتے ہیں کہ ایمان کے ذریعہ عمل ہو سکتا ہے لیکن اسلام کہتا ہے کہ عمل کے ذریعہ ایمان ہو۔

۱۵۔ اسلام ایک دلربا مذہب ہے اس مذہب حقہ کے پاک اور سیدھے سادے اصول اور فطری قانون محیر العقول ہیں۔

۱۶۔ اسلام کے خصوصی خط و خال جنہوں نے میرے دل میں گھر کر لیا۔ وہ توحید باری تعالیٰ۔ فرقہ بندی کی کھیلوں سے آزادی اور خالق و مخلوق کے درمیان کسی وسیلے کا نہ ہونا ہے۔

۱۷۔ میں نے تقریباً ہر مذہب کی کتابیں پڑھی ہیں۔ اسلام کے متعلق بھی کثیر مطالعہ کیا ہے۔ جوں جوں میں اسلام کا مطالعہ کرتا جاتا تھا۔ مجھے یقین ہوتا جاتا تھا کہ یہ بنی نوع انسان کا حقیقی مذہب ہے۔ اس پر چل کر ہی انسان اپنی ذات میں مکمل ہو سکتا ہے اور اپنے مقاصد سے عہدہ برآ ہو سکتا ہے۔

۱۸۔ اسلام کا تمام نسل انسانی پر یہ بڑا احسان ہے اور کسی دوسرے مذہب یا سوسائٹی کو اس قدر عظیم کامیابی حاصل

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں ۔ تمام نسل انسانی میں مساوات، برادری، ہر ایک کو ترقی کے برابر کے مواقع، زندگی کے معیار اور ہدایت میں اسلام نے مساوی حقوق کا درجہ دیا۔ ہر ایک کو اپنی سعی و عمل کے نتائج کی برابر کی ضمانت دی۔ اسلام کے نظام حیات میں کالے اور گورے میں امتیاز نہیں۔ اسلام تمام نسلِ انسانی کو ایک ہی کنبہ کے افراد تصور کرتا ہے۔ افریقہ، انڈیا، انڈونیشیا حتیٰ کہ جاپان تک ہر قوم اور ہر نسل کے انسانوں، قوموں اور نسلوں میں جن میں بے شمار اختلافات بھی موجود ہیں ان میں مصالحت موافقت اور وحدتِ خیال کے سلسلے میں اسلام نے بہت عظیم پارٹ ادا کیا ہے۔ مشرق اور مغرب کی تہذیبوں میں آجکل جو تصادم ہو رہا ہے۔ میرا یقین ہے کہ دونوں کے درمیان اسلام اور صرف اسلام ہی موافقت اور تعاون کی راہیں کھول سکتا ہے۔

۱۹۔ سیل کے ترجمۃ القرآن کی ایک کاپی میں نے خریدی اور ابتداء سے اسکا مطالعہ شروع کیا۔ دوران مطالعہ میں نے بسا اوقات مختلف مسائل پر اپنے مقامی دوستوں سے تبادلہ خیالات کیا۔ اس پاک کتاب کے مسلسل مطالعہ نے مجھ پر یہ ظاہر کر دیا کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو صراط مستقیم دکھاتا ہے۔ اس کی محیرالعقول طاقت و قوت محسوس کر کے اسلام کا والہ و شیدا ہو گیا۔

۲۰۔ مسیحی تحکم اور توہم پرستی مجھے ہرگز متاثر نہیں کر سکے۔ اسلامی اصول عقلی اور عملی ہیں صرف اسلام ہی الہامی اور حقیقی مذہب ہے۔

۲۱۔ میرا آبائی مذہب مسیحیت تھا اور ایک مسیحی کی حیثیت میں مجھے ہمیشہ یہی بتایا گیا تھا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے حامیوں نے اسلام کو بزورِ شمشیر پھیلایا ہے۔ مجھے عیسائی مذہب کے تحت یہ بھی بتایا گیا کہ اسلام نے جب تلوار کے ذریعہ مذہب کو پھیلایا تو اس نے بہت سے لوگوں کو غلام بنالیا اور اسی طرح مجھے یہ بھی بتایا گیا تھا کہ اسلام غلامی کا مرکب ہے لیکن جب میں نے اسلام کا مطالعہ کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ اسلام کے خلاف یہ غلط پروپیگنڈہ تھا۔ دراصل اسلام اخلاق کا حامل ہے۔ اس نے اخلاق و کردار کی بلندی سے اسلام کو رائج کیا ہے اور اسلامی مساوات میں غلامی اور آقائی میں کوئی امتیاز نہیں ہے۔ اسلام کی انہی خوبیوں کے پیشِ نظر میں نے اسلام قبول کیا۔

۲۲۔ جب عیسائیت کے بہت سے عقائد و مسائل سے میرا اطمینانِ قلب نہ ہوا تو میں نے قرآن پاک کا مطالعہ کرنا شروع کیا۔ اس میں مجھے اسلام ایک متبرک، پاکیزہ اور بنی نوع انسان کے لیے نافع، کامل و جامع مذہب نظر آیا اور یہ حقیقت مجھ پر منکشف ہو گئی کہ اسلام میں نجات کسی ابن اللہ کی قربانی کی منت کش نہیں بلکہ ہر ایک متنفس کا نیک و بد فعل اس کے اپنے ہاتھ میں ہے اور ہر ایک شخص کی نجات اس کے اپنے ہی افعال سے وابستہ ہے۔

۲۳۔ میں نے اسلام کی کتابوں کے مطالعہ کے دوران اسلام کی معقولیت اور جمہوریت سے بہت اثر قبول کیا۔ اسلام برحق دین ہے اور انسانی دست برد سے پاک ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۴۔ ایک پادری کی حیثیت سے مجھے افسوس ہے کہ ان باتوں کی تعلیم دینا پڑتی تھی جن کو میں خود نہ سمجھتا تھا اور میں دوسروں کو ان باتوں کی ترغیب دیتا تھا جنہیں میں خود دل سے تسلیم نہ کرتا تھا۔ اس کشمکش کے ماحول میں میرے ضمیر نے مجھے تحقیق و تجسس پر ابھارا اور دیگر مذاہب کا مطالعہ کرنے کے بعد آخر کار میں نے اسلام میں تمام حقائق پا لیے اور مجھے تسلیم کرنا پڑا کہ اسلام کامل مذہب ہے۔

۲۵۔ میں اسلام کی اس لیے تعریف کرتا ہوں کہ کسی خاص ملک و ملت کا نہیں بلکہ ہمہ گیر اور عالمگیر مذہب ہے۔

۲۶۔ میں نے بڑے عرصہ تک اسلام کا مطالعہ کیا ہے۔ جو روحانی اور اخلاقی خوشی و مسرت اور اطمینانِ قلب مجھے یہاں میسر آیا ہے کسی اور مذہب میں نہیں آیا۔

۲۷۔ میں ہمیشہ سے ایسے امن اور آشتی کا متمنی رہا ہوں۔ جو بالآخر مجھے گوشۂ اسلام میں میسر آئی یہ سراسر فطری اور رحمت و آشتی کا مذہب ہے۔

۲۸۔ میں مسلمان ہونے پر بڑا فخر محسوس کر رہا ہوں۔ قرآن حکیم نے مذہب اسلام کی جو تعلیمات دی ہیں ان کو بہت واضح فطرت کے عین مطابق اور پوری طرح قابلِ عمل پاتا ہوں۔ مذہب اسلام میں خاص طور پر خواتین کو معزز درجہ دیا گیا ہے وہ عورتوں کے حق میں مساوات کا اس حد تک حامی ہے کہ اس کی مثال دنیا کے کسی دوسرے مذہب میں نہیں ملتی۔

۲۹۔ جو شخص بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم عرب کے جلیل القدر پیغمبر کی حیاتِ مقدسہ آپ کے عظیم کردار اور عمل کا مطالعہ کرتا ہے اور یہ جانتا ہے کہ پیغمبرِ اسلام نے کس طرح اپنی دعوت کو پیش کیا اور کس طرح اپنی پاکیزہ زندگی بسر کی۔ اس کے لیے اس کے بغیر چارہ ہی نہیں کہ وہ اس عظیم اور جلیل پیغمبر کی عظمت اور عزت اپنے دل میں محسوس کرے اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسولوں میں بڑی ہی عزت والے رسول تھے۔ میں جو کچھ آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں آپ میں سے اکثر اصحاب شاید اس سے واقف بھی ہوں۔ لیکن میری تو یہ حالت ہے کہ میں جب بھی آپ کی سیرت پاک کا مطالعہ کرتا ہوں تو میرے دل میں عرب کے اس عظیم اور لاثانی نبی کی نئی عظمت اجاگر ہو جاتی ہے۔

۳۰۔ اسلام کی عبادت و ریاضت میں انتہائی خضوع و خشوع اور سادگی و خلوص کو دیکھ کر مجھ میں یہ احساس پیدا ہوا ہے کہ اسلام دنیا کا اعلیٰ ترین مذہب ہے۔

۳۱۔ میں اسلام کے سیدھے سادھے کھرے اور فطری دین میں داخل ہو کر خوشی محسوس کرتا ہوں۔ یہ دین محکم عقائد سے پاک ہے۔ اس میں ملاگری، پروہتائی یا پادریانہ نظام نہیں ہے۔ اسکی عالی ظرفی اور لچکدار اصولوں نے میری عقل و دانش کو اپیل کی۔

۳۲۔ قرآن کریم بلاشبہ خدائے بزرگ و برتر کی طرف سے نسل انسانی کی رہنمائی کے لیے نازل ہوا ہے۔ اسلام کی عالی ظرف تعلیمات قرآن کریم کے بغور مطالعہ کا باعث ہوئیں اور انہیں فطری اور حقانی پا کر میں نے سچے دل سے ۱۸ دسمبر ۱۹۶۸ء کو اسلام قبول کر لیا اور اسلام کی تبلیغ کرنے میں اپنی جان مال عزت کو تا دمِ زیست وقف کر دیا ہے۔ اللہ قبول کریں اور توفیق

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جناب اختر راہی ایم اے

سلسلہ مصنفینِ درسِ نظامی

علامہ سعد الدین تفتازانی

آٹھویں صدی ہجری کے مسلمان حکماء میں علامہ تفتازانی کا نام نہایت نمایاں ہے۔ ان کا نام مسعود اور لقب سعد الدین تھا۔ وہ خراسان کے شہر تفتازان میں صفر المظفر ۷۲۲ھ / فروری، مارچ ۱۳۲۲ء میں پیدا ہوئے۔

تفتازانی نے ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں پائی۔ اعلیٰ تعلیم عضد الدین ایجی مؤلف "مواقف" (م ۷۵۶ھ) سے پائی یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انہوں نے قطب الدین رازی (م ۷۶۶ھ) سے بھی استفادہ کیا تھا۔ تفتازانی نے جملہ مروجہ علوم صرف ونحو، منطق وفلسفہ، معانی وبیان اور اصول وتفسیر میں کمال حاصل کیا۔ ان کی شہرت جلد ہی دور دور تک پھیل گئی اور طلبہ ان سے استفادے کے لیے رجوع کرنے لگے۔

تفتازانی کی تصانیف سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے مختلف شہروں میں قیام کیا —— وہ جام، ہرات سرخس، سمرقند، جبردن، ترکستان اور خوارزم میں مقیم رہے۔ تدریس کے ساتھ ساتھ تفتازانی نے مظفریہ حکمران فارس شاہ شجاع کے دربار میں ملازمت اختیار کرلی۔ تیمور نے ۷۸۰ یا ۷۸۱ھ میں خوارزم پر حملہ کیا اور شاہ شجاع کی سلطنت متاثر ہوئی۔ اس زمانے میں ملک محمد سرخسی نے اپنے بھتیجے محمد بن غیاث الدین کو لکھا (جو اس وقت تیمور کا درباری تھا) کہ تیمور سے منظوری لے کر تفتازانی کو سرخس بھیج دیا جائے۔ چنانچہ تفتازانی ملک محمد سرخسی کے پاس سرخس چلے گئے۔ کچھ عرصہ بعد امیر تیمور کو تفتازانی کے علم وفضل سے آگاہی ہوئی تو انہیں واپس سمرقند بلا بھیجا۔ تفتازانی نے پہلے تو عذر کیا کہ وہ حجاز جانے کا ارادہ رکھتا ہے مگر کمرِ طلبی پر سمرقند چلا گیا۔ تیمور نے اپنے دربار میں صدر صدور کی حیثیت سے جگہ دی۔

۷۸۹ھ / ۱۳۸۹ء میں شیراز فتح ہونے پر سید شریف جرجانی (م ۸۱۶ھ) بھی تیمور کے دربار سے منسلک ہو گیا۔ دونوں حکماء میں معاصرانہ چشمک پائی جاتی تھی جس کا اظہار جرجانی کی تالیفات میں تفتازانی کے افکار ونظریات پر تنقید سے ہوتا ہے۔

تفتازانی اور سید شریف جرجانی کے مابین اکثر علمی مباحثے اور مناظرے ہوتے تھے۔ ۷۹۱ھ میں اس مسئلے میں کہ "اللہ تعالیٰ کے اس قول میں أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ میں علامہ جار اللہ زمخشری (م ۵۳۸ھ) کے قول کے مطابق استعارہ تبعیہ اور استعارہ تمثیلیہ دونوں جمع ہو گئے ہیں" مناظرہ ہوا اور نعمان الدین الخوارزمی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معتزلی حکم قرار پائے۔ سید شریف کا پلہ بھاری ہوا۔

ایک دوسری روایت یہ ہے کہ دونوں حکمار کے درمیان دو مسئلوں پر مناظرہ ہوا:۔

ایک اس قول پر خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ

دوسرا فلسفیانہ مسئلہ میں کہ غصہ انتقام لینے کا سبب بنتا ہے یا انتقام غصہ کا سبب ہے۔

اس مسئلہ میں جرجانی نے پہلی شق اور تفتازانی نے دوسری شق اختیار کی۔ شیخ منصور گازرونی کہتے ہیں کہ سید شریف جرجانی کے دلائل زیادہ وزنی تھے۔

تیمور ہر دو حضرات کی عزت و تکریم کرتا تھا مگر سید شریف کو اس لیے ترجیح دیتا تھا کہ وہ نسباً سید تھا، اور اس لحاظ سے وہ تفتازانی سے برتر تھا۔ دونوں حضرات میں آئے دن مناظرے ہوتے رہتے تھے۔ ایک روایت ہے کہ تفتازانی کو ایک مناظرے میں زک اٹھانی پڑی اور اس صدمے کو برداشت نہ لاکر ۲ر محرم ۷۹۲ھ/جنوری ۱۳۹۰ء کو سمرقند میں فوت ہوگئے۔ حبیب السیر نے سال وفات ۷۹۱ھ لکھا ہے۔

تفتازانی کی میت سرخس منتقل کردی گئی اور وہیں جمادی الاولی ۷۹۲ھ کو تدفین عمل میں آئی۔

تفتازانی کے ہزاروں شاگردوں میں سے صرف دو کے نام تذکروں میں ملتے ہیں۔

۱۔ حسام الدین الحسن بن ابی وردی ۲۔ برہان الدین حیدر

تصانیف

تفتازانی نے سولہ سال کی عمر میں پہلی کتاب لکھی اور آخر دم تک قلم ہاتھ سے نہ رکھا۔ ان کی بے شمار کتابیں یادگار ہیں۔ آر۔ مینیس ویبرے نے ایک قول نقل کیا ہے کہ "اس کی کتابوں کی تعداد اس کی عمر کے سالوں سے زیادہ بیان کی جاتی ہے" علامہ ابن خلدون (م ۸۰۸ھ) نے مصر میں تفتازانی کی چند کتابیں دیکھیں تو تفتازانی کا ذکر "ایک زبردست فاضل" کے لقب سے "مقدمہ" میں کیا۔

تفتازانی نے جملہ مروجہ علوم میں کچھ نہ کچھ لکھا ہے۔ ذیل میں کتابوں کی فہرست موضوع وار دی جاتی ہے۔

صرف و نحو

۱۔ شرح التصریف العزی: عزالدین عبدالوہاب بن ابراہیم زنجانی کی کتاب "التصریف" کی شرح ہے۔ مؤلف نے شعبان ۷۳۸ھ میں سولہ سال کی عمر میں لکھی۔ چونکہ یہ عزالدین زنجانی کی کتاب کی شرح ہے اس لیے شرح التصریف کو بعض اوقات "زنجانیہ" کا نام دے دیا جاتا ہے۔

۲۔ رسالۃ الارشاد: حاجی خلیفہ (م ۱۰۶۷ھ) نے اسے ارشاد الہادی لکھا ہے۔ عربی نحو کی یہ کتاب تفتازانی نے اپنے بیٹے کے لیے لکھی تھی۔ ۷۷۴ھ یا ۷۷۸ھ میں مکمل ہوئی۔ حاجی خلیفہ (م ۱۰۶۷ھ) نے اس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی کئی شرحوں کا ذکر کیا ہے ۔

معانی و بیان

تفتازانی نے اس موضوع پر سکاکی (م ۶۲۶ ھ) کی تالیف "مفتاح العلوم" کے تیسرے حصے پر بالواسطہ یا بلاواسطہ تین کتابیں لکھی ہیں۔ ان میں سے دو محمد بن عبدالرحمان قزوینی (م ۷۳۹ ھ) کی "تلخیص المفتاح" کی شرحیں ہیں۔ تیسری براہِ راست مفتاح کی شرح ہے۔

۳۔ مطول: عام طور پر "شرح المطول" مشہور ہے۔ ہرات میں ۷۴۸ھ / ۱۳۴۷ء میں لکھی گئی۔

۴۔ مختصر المعانی: تلخیص کی نسبتاً شرح ہے۔ درسِ نظامی میں شامل ہے۔

۵۔ شرح القسم الثالث فی المفتاح: مفتاح کے تیسرے حصے کی یہ شرح شوال ۷۸۰ھ میں سمرقند میں مکمل ہوئی۔ اسے مختصر المعانی یا مطول جیسی مقبولیت حاصل نہیں ہوئی۔ مخطوطات کی صورت میں بعض کتب خانوں میں اس کے نسخے ملتے ہیں۔

منطق

۶۔ شرح رسالہ شمسیہ، شرح شمسیہ: نجم الدین علی قزوینی الکاتبی (م ۶۷۵ ھ) کی کتاب "رسالہ شمسیہ" کی شرح ہے۔ جام میں جمادی الآخرہ ۷۵۲ھ میں مکمل ہوئی۔

۷۔ تہذیب المنطق والکلام: کتاب کا پورا نام تھا "تہذیب الکلام فی تحریر المنطق الکلام" ہے۔ یہ اہم کتاب رجب ۷۸۹ھ / ۱۳۸۷ء میں مکمل ہوئی۔ کتاب کا پہلا حصہ منطق اور دوسرا علم الکلام میں ہے۔ پہلا حصہ علماء کی توجہ کا باعث بنا۔ اس کی بہت سی شرحیں لکھی گئی ہیں۔ اس کی شرح تہذیب درس نظامی میں شامل ہے

۸۔ ضابطہ انتاج الاشکال: مولانا عبدالسلام ندوی نے اس کتاب کا ذکر کیا ہے۔

علم کلام و مابعد الطبیعیات

۹۔ شرح المقاصد: مابعد الطبیعیات اور علم کلام کے موضوع پر تفتازانی نے ایک رسالہ "مقاصد الطالبین فی اصول الدین" لکھا۔ بعد ازاں اس کی شرح ذی القعدہ ۷۸۴ھ / ۱۳۸۳ء میں سمرقند میں مکمل کی۔ تہذیب المنطق والکلام کا جائزہ منطق کی کتابوں میں لیا جا چکا ہے۔

۱۰۔ شرح عقائد نسفی: عمر بن محمد النسفی (م   ) کی تالیف "عقائد نسفی" کی شرح ہے جو خوارزم میں شعبان ۷۶۸ھ / ۱۳۶۷ء میں مکمل ہوئی۔ تفتازانی کی شرح پر کئی شرحیں لکھی گئیں ہیں اور یہ کتاب مدارسِ عربیہ میں مقبول و متداول ہے۔ "خیالی" اس کی معروف شرح ہے جس پر علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی (م ۱۰۶۱) نے حاشیہ لکھا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۱۔ ایک رسالے میں ابن عربی (م ۶۳۸ھ) کی "فصوص الحکم" پر محاکمہ ہے۔

اصولِ فقہ

۱۲۔ التلویح الی کشف حقائق التنقیح: صدر الشریعت اول کی تالیف "تنقیح الاصول" کی شرح ذوالقعدہ ۷۵۸ھ ۱۳۵۷ء میں مکمل کی۔

۱۳۔ شرح شرح المختصر فی الاصول یا شرح الشرح
ابن حاجب (م ۶۴۶ھ) نے اصول فقہ مالکی میں رسالہ "المختصر المنتھیٰ" لکھا۔ اس کی شرح علامہ عضد الدین ایجی (م ۷۵۶ھ) نے لکھی۔ ایجی کی شرح کی شرح تفتازانی نے کی ہے۔

قانون

۱۴۔ المفتاح: فقہ شافعی کی فروع پر ایک مخطوطے کی صورت میں برلن میں محفوظ ہے۔

۱۵۔ فتاوٰے حنفیہ: ذوالقعدہ ۷۶۹ھ میں یہ فتاوے مرتب کیا۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام (Encyclopedia of Islam) کے مقالہ نگار نے لکھا ہے کہ آج کل فتاوٰے حنفیہ معدوم ہے۔

۱۶۔ اختصار شرح الجامع الکبیر: جامع الکبیر امام محمد شیبانی (م ۱۸۹ھ) کی مشہور تالیف ہے۔ الخلاطی نے اس کا اختصار کیا۔ مسعود بن محمود نے اس کی شرح لکھی۔ اس شرح کا نامکمل اختصار ہے۔

تفسیر قرآن

۱۷۔ کشف الاسرار و عدۃ الابرار: فارسی زبان میں قرآن کریم کی تفسیر ہے۔ اس نام کی تفسیر خواجہ عبد اللہ انصاری (م) نے لکھی ہے جس کا جدید ایڈیشن جناب علی اصغر حکمت کے سعی و اہتمام سے طہران سے ۱۳۷۸ھ میں شائع ہوا ہے۔

۱۸۔ شرح (یا حاشیہ) کشاف: جار اللہ زمخشری (م ۵۳۸ھ) کی تفسیر کشاف کا نامکمل حاشیہ (یا شرح) جو برٹش میوزیم اور انڈیا آفس لائبریری میں بصورت مخطوطہ موجود ہے۔ ۸ ربیع الاول ۷۸۹ھ میں سرخس میں لکھی گئی۔

حدیث

۱۹۔ شرح اربعین نووی: شارح صحیح مسلم امام نووی (م ۶۷۶ھ) کی اربعین کی بہت سی شرحیں لکھی گئی ہیں۔ تفتازانی سے بھی ایک شرح منسوب ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لسانیات

۲۰۔ النعم السوابغ فی شرح کلام النوابغ: زمخشری (م ۵۲۸ھ) کی کتاب نوابغ کی شرح ہے۔

۲۱۔ ترجمہ بوستانِ سعدی: شرف الدین سعدی شیرازی (م ۶۹۱ھ) کی بوستان کا ترکی زبان میں ترجمہ ہے۔

ماخذ

۱۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام

۲۔ حکمائے اسلام حصہ دوم (عبدالسلام ندوی)

۳۔ الفوائد البہیہ (عبدالحی لکھنوی)

۴۔ تاریخ بخارا (اردو ترجمہ) ارمینیس ویمبرے

۵۔ مقدمہ ابن خلدون (ابن خلدون)

"اس قوم کی پھر عزت و عظمت نہیں رہتی"

عبدالرحمٰن عاجزؔ (مالیر کوٹلوی)

جس قوم میں اللہ کی طاعت نہیں رہتی
اللہ کو اس قوم کی چاہت نہیں رہتی

جس قوم میں تنظیمِ جماعت نہیں رہتی
اس قوم کی پھر ہیبت و دہشت نہیں رہتی

جس قوم کے افکار میں وحدت نہیں رہتی
اس قوم کی پھر عزت و عظمت نہیں رہتی

جو قوم مے و نغمہ سے ہو جاتی ہے مانوس
اس قوم میں پھر روحِ شجاعت نہیں رہتی

اربابِ حکومت کہیں ہو جائیں جو عیاش
پھر ملک نہیں رہتا حکومت نہیں رہتی

بے پردگی و پردۂ نسواں ہے برابر
نظروں میں انہیں کے جنہیں غیرت نہیں رہتی

آتے ہیں کبھی سامنے اعمال جو اپنے
اس وقت پھر اپنی کوئی وقعت نہیں رہتی

احساسِ گنہ تک سے بھی ہو جائے جو محروم
اس دل کی پھر اصلاح کی صورت نہیں رہتی

پھنس جاتا ہے دل حلقۂ افکارِ جہاں میں
جب فکرِ اجل ۔ فکرِ قیامت نہیں رہتی

اس دورِ جوانی کو نہ غفلت میں گزارو
پیری میں عبادت کی بھی قوت نہیں رہتی

بے سود ہے اُس دم کسی نیکی کی تمنا
جب نطق و اشارہ کی بھی قوت نہیں رہتی

عاجزؔ کہیں آجائے نہ وہ وقت اچانک!
جس وقت کہ توبہ کی بھی مہلت نہیں رہتی!

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عزیز زبیدی — وار برٹن

دلائل الخیرات کا ورد

مولانا انوری لائل پوری مرحوم نے ایک دفعہ یہ انکشاف کیا تھا کہ:

ایک دفعہ رائے پور میں (یعنی حضرت رائے پوری سے) عرض کیا کہ "الحزب الاعظم" کا ورد رکھتا ہوں! فرمایا:

دلائل الخیرات کو بھی اس کے ساتھ ملا لو!

مولانا کریم بخش (پروفیسر مظفر گڑھی) مرحوم فرمانے لگے:

دلائل الخیرات کو میں پسند نہیں کرتا!

فرمایا کہ: ہمارے حضرت تو پڑھتے تھے اور اجازت بھی دیتے تھے۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب بھی اجازت دیتے تھے، حضرت شیخ الہند بھی اس کی اجازت دیتے تھے۔ آپ کے کہنے سے تو ہم چھوڑتے نہیں الخ (دار العلوم دیوبند۔ جولائی ۶۲ء)

دلائل الخیرات دلائل الخیرات، حضرت امام ابو محمد عبد اللہ بن سلیمان جزولی حسنی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۶ ربیع الاول ۸۷۰ھ کی تالیف ہے۔

شاذلیہ صوفیائے کرام کے معروف سلسلہ شاذلیہ سے آپ کا تعلق تھا۔ شاذلیہ، حضرت امام ابو الحسن علی بن عبد اللہ الشاذلی متوفی ۶۵۶ھ کی طرف منسوب ہے۔ شاذلہ شمالی افریقہ (مراکش) میں ایک گاؤں کا نام ہے۔ مغرب اقصیٰ کے ایک شہر سبتہ کے قریب ۵۹۳ھ میں غمارہ نامی ایک گاؤں میں پیدا ہوئے اور یہاں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ پورا نام نور الدین ابو الحسن علی بن عبد الجبار ہے۔ قبیلہ عوان سے آپ کا تعلق تھا۔ ۶۰۲ھ میں غمارہ سے ٹیونس تشریف لے گئے جب کہ آپ ابھی دس سال کے تھے۔ یہیں فقہ مالکی اور دوسرے علوم حاصل کیے۔ یہیں سے پھر وہ مشرق اوسط کو نکلے، پہلے اسکندریہ پھر مصر، حجاز، فلسطین، شام اور عراق گئے۔ اس دوران وہ شیخ ابو الفتح واسطی سے زیادہ متاثر ہوئے، ان سے استفادہ کیا، پھر انہی کے ایما پر واپس مغرب کو تشریف لے گئے اور حضرت عبد السلام حشیش (متوفی ۶۲۶ھ) کے پاس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جا کر تزکیہ و طہارت میں خوب کمال حاصل کیا۔ اس کے بعد حضرت شیخ کے حسب ارشاد فارس سے ٹیونس میں شاذلہ نامی گاؤں کا رخ کیا۔ یہی وہ مقام ہے جس کے نام سے آپ شاذلی کہلاتے ہیں۔
حزب البحر حضرت شاذلی ہی کی تالیف ہے، جس کے متعلق مشہور ہے کہ یہ دعا موصوف کو الہام ہوئی تھی۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی شرح اور اس کے ختم کرنے کے طریق کار کی تفصیل پیش کی ہے۔

تحدیث نعمت عصر حاضر کے جلیل القدر محدث اور صاحب الاسانید حضرت شیخ محمد راغب بن محمود بن الشیخ ہاشم الطباخ حلبی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریراً مجھے اپنی ان تمام اسانید اور مرویات کی اجازت فرمائی تھی جو آپ کی مشہور تالیف الانوار الجلیۃ فی مختصر الاثبات الحلبیۃ میں مذکور ہیں، اس میں شیخ یوسف الحسینی الحنفی المتوفی ۱۱۵۳ھ اور شیخ عبد الرحمٰن بن عبد اللہ الحنبلی الحلبی المتوفی ۱۱۹۲ھ کی جو اسانید مذکور ہیں، ان کے ذریعے "دلائل الخیرات" مذکورہ کی سند بھی مجھے حاصل ہے۔

ان اسانید کی اجازت مجھے میرے شیخ حضرت مولانا عبد التواب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی معرفت حاصل ہوئی تھی اور میری ہی درخواست اور تحریک پر انھوں نے اس کے لیے حضرت مولانا طباخ رحمۃ اللہ علیہ کو "اجازہ" کے لیے تحریر کیا تھا اور میری ہی تحریک پر انھوں نے اپنے لیے بھی "اجازہ" حاصل کیا تھا۔ غالباً اسی علاقہ میں ہم دونوں (راقم الحروف اور میرے شیخ حضرت مولانا ملتانی ؒ) کے سوا حضرت راغب طباخ رحمۃ اللہ علیہ کی اسانید کا سلسلہ اور کہیں نہیں ملتا۔ والحمد للہ علی ذلک۔

صوفیائے کے مخصوص اوراد دلائل الخیرات کی طرح اور بھی بہت سی ایسی چیزیں ملتی ہیں جن کا صوفیائے کرام کے ہاں بڑا چرچا ہے۔ مثلاً حزب البحر، حصن حصین، حزب النصر، حزب المقبول وغیرہ۔ ان کے ختم اور ورد کے لیے انھوں نے مختلف طریقے اور اجازتیں ایجاد کی ہیں، جن کو وہ روحانی سفر میں بہترین زادِ راہ تصور کرتے ہیں، گو ان کے ورد اور ختم کو ہم مطلقاً حرام اور ناجائز تو نہیں کہہ سکتے تاہم دل پوری طرح مطمئن بھی نہیں ہے۔

یہ ٹھیک ہے کہ جو انسان خدا کے حضور میں اپنے جذبات کے اظہار کے لیے اپنی زبان کو ذریعہ بنا سکتا ہے اس کے لیے اس میں بھی کوئی قباحت نہیں ہونی چاہیے کہ وہ کسی دوسرے بزرگ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے بے ضرر الفاظ اور جائز تراکیب کو بھی اپنے جذبات کے اظہار کے لیے ذریعہ بنانا چاہیے تو بنا سکے، ہم بھی اس پر صاد کرتے ہیں بشرطیکہ معاملہ اسی حد تک رہے۔ اگر بات اظہار مدعا اور جذبات کی ترجمانی کے بجائے "تلاوت" کا رنگ اختیار کر جائے تو ظاہر ہے کہ اسے بالکل "کارِ ثواب" تصور کرنا خطرہ سے خالی نہیں ہو سکتا۔

صوفیائے کرام کے ان مخصوص اذکار و اوراد میں جو ایک بنیادی خرابی پیدا ہو گئی ہے وہ ان کے ورد و وظیفہ میں عجمی تکلف ہے۔ یعنی پھر وہ وظیفوں کا ہی ہو کر رہ جاتا ہے۔ دنیائے زیست اور اس کے متعلقات اور لوازمات سے اس کا تعلق برائے نام باقی رہتا ہے۔ حالانکہ اصل تصوف یہ ہے کہ دنیا با خدا گزاری جائے لیکن اب "بے دنیا با خدا" یعنی رہبانیت کی شکل آجاتی ہے جہاں حقوق نفس اور حقوق العباد بہت ہی بُری طرح متاثر ہوتے ہیں بلکہ اس لحاظ سے ان کی زندگی بہت ہی غیر متوازن ہو کر رہ جاتی ہے۔

اسلامی اذکار مسنون اذکار و اوراد کا جو طریق کار ہے، بالکل بیساختہ اور قدرتی ہے اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، گھر اور باہر، مسجد اور میدان اور مخصوص اوقاتِ عبادت میں ان کو پھیلا کر آسان کر دیا گیا ہے۔ لیکن جن لوگوں نے دلائل الخیرات اور حزب البحر وغیرہ جیسے اذکار کو یکجا کر کے ان کے لیے مختلف منزلیں اور ختم تجویز کیے ہیں انھوں نے دراصل اذکار مسنونہ کی اس فطری آزادی، اس کے بیساختہ پن اور تیسیر جیسی حکمتِ عملی کو غارت کیا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ ان حضرات کی اس غیر حکمتِ عملی کی وجہ سے عام دنیا کو اسلام بہت ہی بوجھل اور مشکل محسوس ہونے لگا ہے تو کچھ زیادہ مبالغہ بھی نہیں ہوگا۔

بوجھل اذکار کا پس منظر جہاں تک صوفیائے کبار کا معاملہ ہے ہمیں یوں محسوس ہوتا ہے کہ انھوں نے ان اذکار کو "عوامی وظیفہ" کی شکل میں پیش نہیں کیا تھا بلکہ انھوں نے یہ اوراد و وظائف اپنے ان تلامذہ و طلبہ کے لیے ایک غیر سرکاری تربیتی کورس کے طور پر تجویز اور تشخیص کیے تھے جن سے انھیں "عوامی تعلیم و تربیت اور تبلیغ" کا کام لینا تھا جیسا کہ درس نظامی کا معاملہ ہے، یہ علماء کے لیے علمی کورس ہے، عوامی ضرورت اور ان کے دائرہ معمولات کے اعتبار سے یہ دوسروں کے لیے بالکل ایک غیر متعلق شے ہے۔

جب اسلامی حکومت پر زوال آیا، خلفاء برحق کے بجائے بادشاہوں کا سلسلہ چل نکلا تو تزکیہ و طہارت کا وہ فریضہ جو خلافت کے وظائف منصبی میں داخل تھا اب وہ بھی متروک ہو گیا تھا چنانچہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس خلا کو پر کرنے کے لیے اسلاف نے مختلف استعداد رکھنے والی تبلیغی ٹیمیں تیار کیں، جب وہ صوفیاء کے مخصوص اوراد اور مشق کا کورس پورا کر لیتے تو ان کو مختلف اکناف و اطراف میں عوام کے تزکیہ و طہارت کے لیے بھیج دیتے! اس تبلیغی ٹیم کے لیے مختلف عہدے اور منصب بھی تجویز کیے، کسی کا نام غوث، کسی کا قطب، کسی کا ابدال، کسی کا ولی الغرض مختلف ناموں سے ان کو مشخص کیا، اور باقاعدہ ان کے تبادلے بھی ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ ان اکابر نے جو محنتیں کیں شروع میں وہ کافی معنی خیز رہیں اور کافی حد تک اس میں وہ کامیاب بھی رہے لیکن عوام سے ان کے اس رابطہ کی حیثیت ایک اخلاقی ضابطہ کی تھی، اس کی پشت پر کوئی آئینی طاقت نہیں تھی، جس کی وجہ سے ان کو اپنی محنتوں کو کنٹرول اور محفوظ کرنے کے لیے بڑی دقتوں کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ اس لیے وہ عوام جن کی ایمانی عافیتوں کے تحفظ کے لیے ان بزرگوں نے یہ سلسلے جاری کیے تھے وہ عوام میں "زود اعتقادی" کو تو جنم دے سکے جو لعد میں اکابر پرستی کی شکل میں نمودار ہوئی، لیکن اس اسلامی منہاج اور طرزِ زندگی کو وہ استواری اور استحکام نہ دے سکے جو خلافت جیسی آئینی سرپرستی کے ذریعے ممکن تھی۔ اور یہ بالکل ایک قدرتی بات بھی ہے کہ:

قرآن بے سیف اور سیف بے قرآن، مومنانہ طرزِ حیات کی تخلیق اور اس میں استواری کے لیے کچھ زیادہ جاندار اور تسلی بخش سلسلے نہیں۔ قرآن باسیف کے یہ معنی نہیں کہ قرآنی فکر و عمل کا تحفظ جبر و اکراہ پر مبنی ہے بلکہ غرض یہ ہے کہ مناسب اور سازگار فضا پیدا کرنے میں خلافت جیسے اقتدار سے بڑی مدد ملتی ہے اور الناس علی دینِ ملوکہم کے ذریعے ان نفسیات کو تقویت حاصل ہوتی ہے جو وسائل اور طاقت کی خوشگوار تخلیقات کہلاتی ہیں، اس کے علاوہ جو باغ لگایا جاتا ہے اس کی نگہبانی کے لیے چوکس، پرشکوہ پاسبان کی ضرورت بھی ہوتی ہی ہے۔

منزلیں، تلاوت، ختم | قرونِ اولیٰ میں جس کتاب کے لیے منزلیں، اس کے ختم اور اس کی تلاوت مقرر تھی، وہ صرف قرآن کریم تھا، دوسری کوئی ایسی کتاب نہیں تھی جس کے لیے کسی نے اتنا اہتمام کیا ہو! یہاں تک کہ اگر حضرت عمرؓ نے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قرآن حکیم کے بجائے "تورات" جیسی عظیم کتاب کی تلاوت کی جرأت کی تو آپ ناراض ہو گئے، دنیا جہان میں اور جتنی کتابیں ہیں، ان کا مطالعہ تو کیا جا سکتا ہے، لیکن یہ منزلیں، وہ ختم اور یہ تلاوت؟ حاشا وکلا!

آسمانی کتابوں کے سوا روحانیت کے تصور سے بعض دوسری کتابوں سے اس قسم کا معاملہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنا دراصل عجمی تکلفات ہیں۔ عجمی تکلف کا یہ خاصہ ہے کہ:

اصل سے نقل، فرض سے نفل، مستحب سے مباح اور سنت سے بدعت زیادہ عزیز ہوتی ہے۔ ان کے عمل کا محرک بھی عبادت سے زیادہ خوش ذہنوں کی تسکین ہوتی ہے، اعمال میں ترقی کرنے کے بجائے، ادل بدل کر منہ کا مزہ بدلنے والی بات ہوتی ہے۔ ٹھوس پر کم اور سطحیت پر زیادہ نگاہ رہتی ہے۔ یہی کیفیت صوفیاء کے اوراد کی ہے۔ اہلِ احسان صوفیاء کے بعد عجمی ڈھب کے صوفیوں نے اذکار اور اوراد میں جن تکلفات کی بھرمار کی ہے۔ ہزار نیک نیتی کے باوجود اس میں جتنی سر دردی کی گئی ہے اسے عجمی چلّہ کشی اور رہبانیت کا چربہ ہی تصور کیجیے۔

اذکار اور اوراد سے غرض یہ ہوتی ہے کہ احساس و شعور اور اندرونی داعیہ کے ساتھ مسنون عبارت، بزرگوں کے الفاظ یا اپنے الفاظ میں اپنے رب کے حضور میں دعا کی جائے۔ نذرانۂ عقیدت پیش کیا جائے۔ ان کی تلاوت نہیں ہوتی اور نہ ہی یہ کہیں بھی محمود اور مطلوب بات سمجھی گئی ہے۔ اس لیے ہمارا نقطۂ نظر یہ ہے کہ حضرت مولانا کریم بخش مرحوم نے اس سلسلہ میں جو خیال ظاہر کیا تھا، وہ بجا اور صحیح ہے۔

ان اوراد کا سب سے بڑا ضرر یہ ہے کہ عموماً لوگ ان اوراد کی وجہ سے قرآن کی تلاوت کم کرتے ہیں اور اسی کو ہی وہ سبھی کچھ تصور کر لیتے ہیں۔ دعا کم ہوتی ہے، دعا کی تلاوت ہوتی ہے، حمد و ثنا کم کی جاتی ہے، حمد و ثنا کی تلاوت کی جاتی ہے، اظہارِ مدعا اور درخواستِ دعا کا شعور برائے نام ہوتا ہے صرف کارِ ثواب سمجھ کر اس کی رٹ ہوتی ہے۔

ہمارے نزدیک ایسی کتاب جس کے الفاظ و عبارت کی تلاوت بھی کارِ ثواب ہوتی ہے وہ صرف قرآن کریم ہے مگر اب لوگوں نے یہ خاصیت دوسرے اذکار میں بھی تصور کر لی ہے۔[1]

---

[1] یعنی قرآن کریم وحی متلو (ایسی وحی جس کی تلاوت بھی مقصود ہے) ہونے کی بنا پر اگر معنی پر دھیان دیئے بغیر بھی پڑھا جائے تو باعثِ برکت اور کارِ ثواب ہے اگرچہ تدبر اور تفکر سے تلاوت بہت بڑی چیز ہے لیکن دوسرے اوراد کا اگر کوئی فائدہ ہے تو اپنے معنوی غور و فکر کی بدولت صرف الفاظ کی تلاوت کوئی حیثیت نہیں رکھتی حتیٰ کہ اگر حدیث بلکہ حدیث قدسی کو بھی وحی متلو کی شکل دے دی جائے تو یہ صحیح نہ ہوگا، لہٰذا تلاوت صرف قرآن کریم کا خاصہ ہے (مدیر)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

Regd. No. L. 7895 | Telephone : 80550

Monthly **MUHADDIS** *Lahore-16*

Islamic Research Council

Vol : 2 | FEBRUARY 1972 | No. 2

ہر قسم کے سٹیم پائپ، پائپ فٹنگز اور سٹیم والو وغیرہ

نہایت معیاری اور ارزاں خریدنے کیلئے

میسرز۔ حافظ عبدالوحید اینڈ برادرز

براندرتھ روڈ (رام گلی نمبر ۲) لاہور

سے رابطہ قائم کریں

—— سائکٹ اور جنرل آرڈر سپلائرز ——

جی آئی ایم ایس (سیم لیس پائپ) پائپ فٹنگز اور ولایتی و دیسی والوز وغیرہ

ماہنامہ **محدث** لاہور

ذیلی دفتر	صدر دفتر
حافظ عبدالوحید اینڈ برادرز	مدرسہ رحمانیہ (رجسٹرڈ)
رام گلی نمبر ۲ - لاہور	گارڈن ٹاؤن - لاہور ۱۶

بیرونِ ممالک		معاونت سالانہ	
مشرقِ اوسط :	۱ پونڈ ۵ شلنگ	زرِ سالانہ	۱۰ روپے
مغربی ممالک :	۱ پونڈ ۱۰ شلنگ	فی پرچہ	۹۰ پیسے

سرورق مطبوعہ نشاط آرٹ پریس لاہور